

تفسير سورة الناس

تأليف: شيخ الاسلام الإمام
محمد بن عبد الوهاب رحمه الله

تحقيق
د. فهد بن عبد الرحمن الرومي

ترجمة وتلخيص د. عزير أحمد بن مجيب الله القاسمي

مركزی جمعیت علماء ہند

تفسیر سورة الناس

تالیف

شیخ الاسلام، الامام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالی علیہ

تحقیق

ڈاکٹر فہد بن عبدالرحمن الرومی

ترجمہ وتلخیص

ڈاکٹر عزیر احمد قاسمی

نشر واشاعت

مَرکزی جمعیّة عُلماءِ ہنُد

نام کتاب	تفسیر سورة الناس
تالیف	شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ
تحقیق	ڈاکٹر فہد بن عبدالرحمن الرومی
ترجمہ وتلخیص	عزیر احمد قاسمی
ناشر	مرکزی جمعیة علماء ہند
سنِ اشاعت	مارچ 2011ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ، نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَسَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ [سورہ آل عمران]

اے ایمان والوں اللہ تعالی سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے، اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا [سورۃ النساء:]١

اے لوگو: اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو، اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، بیشک اللہ تعالی تم پر نگہبان ہے۔

تیسری جگہ ارشاد ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ أَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا [سورہ الاحزاب:٧٠-]٧١

اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو، اور سیدھی سچی باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالی تمہارے کام سنوار دے، اور تمہارے گناہ معاف کردے اور جو بھی اللہ تعالی اور اس کے رسول کی تابعداری کریگا اس نے بڑی مراد پالی۔

اما بعد:

سب سے بہترین کلام اللہ تعالی کا کلام ہے، اور سب سے بہترین رہنمائی محمد ﷺ کی رہنمائی ہے، سب سے بری بات [دین میں] نئی بات ایجاد کرنا ہے، اور ہر بدعت [دین میں نئی بات ایجاد کرنا] گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لیجانے والی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جو برائیاں انسان کو پہونچتی ہیں [اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو ان سے محفوظ رکھیں] ان کے صرف دو ہی راستے ہیں، وہ یا تو داخل سے پہونچتی ہیں یا خارج سے، اسی وجہ سے احادیث میں ''سورۃ الفلق'' اور ''سورۃ الناس'' کے ذریعہ استعاذہ کا حکم دیا گیا ہے۔

پس سورۃ الفلق میں:

١۔ مخلوق کے شر سے۔

٢۔ رات کے شر سے [جب وہ سایہ فگن ہوجائے]

٣۔ گرہوں میں پھونکنے والیوں [جادوگرنیوں] کے شر سے۔

٤۔ حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے [ان چاروں برائیوں سے پناہ مانگی گئی ہے] اور یہ چاروں انسان کو باہر سے لگنے والی برائیوں کو شامل ہیں۔

اور ''سورۃ الناس'' میں وسوسہ کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے جو انسان کی داخلی برائیوں کی بنیاد ہے، ان دونوں سورتوں کے ذریعہ انسان تمام داخلی اور خارجی شرور سے بچتا ہے۔

اس بات کی ضرورت کے پیش نظر کہ مسلمان اس کلام کو جان لے جس کے ذریعہ وہ پناہ مانگتا ہے، اور اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، میں نے ان دونوں سورتوں کی تفسیر تلاش کی جو نہ اتنی لمبی ہو کہ [پڑھنے والے کو] تھکا دے، اور نہ اتنی مختصر ہو کہ [اصل مضمون کے سمجھنے میں] مخل ہو [میں اسی جستجو میں تھا] کہ مجھے شیخ الاسلام الامام محمد بن عبدالوہاب کے ایک مخطوطہ کا پتہ لگا جس میں انہوں نے دونوں سورتوں کی تفسیر کی ہے، اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وہ مخطوطہ شیخ کی طرف سے ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''معوذتین'' کی تلخیص ہے، مذکورہ معلومات نے مجھے اس مخطوطے پر کام کرنے کا مزید خواہشمند بنا دیا ابن القیمؒ ان دونوں سورتوں کے موضوع سے متعلق علم و معرفت

کے اعتبار سے خاص طور پر، اور علوم شرعیہ میں [علم ومعرفت کے اعتبار سے] عام طور پر کافی ہیں، نیز شیخ محمد عبدالوہابؒ ان کے کلام کے موتیوں اور جواہر پاروں کو چننے کیلئے کافی ہیں [جنھوں نے حافظ ابن القیم کی تفسیر سے جواہر پارے چن چن کر اس کتاب میں اکٹھا کردیئے ہیں]

سورۃ الناس کا موضوع وسوسہ ہے، بہت سے لوگ اس موضوع سے غفلت برتتے ہیں، اور اسے معمولی سی بات سمجھتے ہیں، کبھی کوئی یہ کہتا ہے کہ وسوسوں سے کیا ڈر، اصل خوف تو بعض نوجوانوں کا دین کی پابندی سے بیزاری، اور اسے مضبوطی سے نہ پکڑے رہنے کا ہے، شاید ان لوگوں کے ذہنوں سے یہ بات غائب ہے۔ کہ انسان سے پہلا گناہ وسوسے کے راستے ہی سے تھا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰآدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ [سورۃ طٰہٰ:]١٢٠ لیکن شیطان نے اسے وسوسہ میں ڈالا، کہنے لگا کہ کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت نہ بتلاؤں؟

اور اسی پاک ذات کا ارشاد ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا [سورۃ الاعراف:]٢٠ پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے روبرو بے پردہ کردے

ابن القیمؒ نے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وسوسہ دین میں تساہلی برتنے سے بہتر ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں ''اور رہا تمہارا یہ کہنا کہ وسوسہ ان امور سے بہتر ہے جن پر کوتاہی کرنے والے جیسے تیسے بھی ممکن ہو کام چلانے والے لوگ کاربند ہیں''

پس خدا کی قسم یہ دونوں باتیں، وسوسہ کو حد سے تجاوز کرنے والے سے کمتر سمجھنا، اور جیسے تیسے کام چلانا، افراط وتفریط، حد سے تجاوز وکوتاہی، کمی اور زیادتی کے کنارے ہیں، اور ان دونوں باتوں سے اللہ سبحانہ وتعالی نے متعدد جگہ منع فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالی کا دین حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں، اور کوتاہی کرنے والوں کے درمیان ہے، بہترین لوگ درمیانی لوگ ہیں، جو

کوتاہی کرنے والوں کی کوتاہیوں سے بلند، نیز حد سے تجاوز کرنے والوں کے غلو سے وابستہ نہیں ہیں، اللہ تعالی نے اس امت کو درمیانی بنایا ہے نیز یہ بہترین اور عدل والی ہے، اس لئے کہ یہ امت دونوں قابل مذمت جانبوں کے درمیان ہے، اور العدل [جس سے امت محمدیہ کو متصف کیا گیا ہے] اس سے مراد درمیانہ پن ہے، ظلم وزیادتی اور مصیبتیں کناروں کو لپیٹ میں لیتی ہیں، اور درمیانی حصہ کناروں کی وجہ سے محفوظ رہتا ہے اسی وجہ سے بہترین امور درمیانی ہوتے ہیں[1]

ان ہی مذکورہ باتوں کی بنا پر میں نے ''تفسیر سورۃ الفلق'' کی تحقیق اور اس کو مستقل طور پر علاحدہ شائع کرنے میں سبقت کی، پھر اس کے بعد ''سورۃ الناس'' کی تحقیق کی، میں نے ہر سورت کو علاحدہ شائع کرنے کا ارادہ اس وجہ سے بھی کیا جس کا تذکرہ میں نے ''تفسیر سورۃ الفلق'' کے مقدمہ میں کیا ہے، کہ لوگوں کی رغبت مختصر اور مدلل کی طرف ہوتی ہے نیز بہت سے لوگ لمبی لمبی تفاسیر سے بے رغبتی برتتے ہیں، خاص طور پر اس موجودہ زمانہ میں جس میں لوگوں کا میلان ایسی مختصر اور کم ورق کتب کی طرف ہے جنھیں ایک یا دو مجلس میں پڑھ لیا جایا کرے، اور بعض لوگ ایسی کتاب کا نام جیبی کتب] پاکٹ بک] رکھتے ہیں[2]

[نیز میں نے ہر ایک سورت کی تفسیر کو الگ الگ اس لئے بھی رکھا [کہ پڑھنے والے نے جب ایک سورت کی تفسیر کو پڑھ کر پورا کرلیا] تو یہ بات اس کے لئے مزید حاصل کرنے کے لئے] زیادہ باعث نشاط اور ابھارنے والی ہوگی، برخلاف اس کے کہ اگر وہ ایک ایسی کتاب کو پڑھتا چلا جائے جس میں دونوں تفسیریں ساتھ ہوں۔

''سورۃ الناس'' کی تفسیر میں میں نے بعض مسائل پر تعلیق، نیز موضوع سے متعلق بعض فوائد کے الحاق کی طرف توجہ دی ہے، خاص طور سے ابن القیمؒ ہی کے اقوال] درج کئے ہیں] جن کی اصلاً یہ تفسیر ہے، یہ تعلیقات بصورت نقول ان کی تفسیر سے بھی ہیں اور ان کی دوسری کتب سے بھی، اسی طرح سے میں نے دوسرے اہل علم علماء کے اقوال بھی نقل کئے ہیں، اب اگر یہ کہا جائے کہ تم نے اس سے زیادہ اور کیا کیا ہے کہ ایک مختصر تفسیر کو لے لیا پھر اس کی

اصل کی طرف رجوع کر کے محذوف باتوں کو نقل کر کے تفسیر کو اس کی سابقہ حالت پر لوٹا دیا، تم تو کوئی نئی چیز نہیں لائے؟

تو میں جواباً کہوں گا کہ آپ کا فرمانا اس وقت بجا ہوتا اگر وہی صورت حال ہوتی جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہے لیکن یہاں تو بات مختلف ہے، میں نے اختصار شدہ تفسیر میں کوئی تصرف نہیں کیا، ہاں حواشی اور تعلیقات میں میں نے ان علوم ومعارف کا ذکر کیا ہے جس کے سلسلے میں میرا گمان ہے کہ اصل تفسیر کو ان تعلیقات وتوضیحات کی ضرورت ہے، نیز میں نے ایسی باتوں کا بھی ذکر کیا ہے، جو اصل تفسیر میں تو نہیں ہیں لیکن ان کے بارے میں میرا گمان ہے کہ معانی کو مزید وضاحت اور جلا بخشیں گی، مذکورہ وضاحت کے بعد جو کچھ میں نے اصل کتاب سے نقل کیا ہے وہ اس لئے ہے تا کہ معیار تفسیر اس شخص کیلئے بلند کیا جائے جو اپنے اندر مزید استعداد رکھتا ہو، اور اس لئے بھی تا کہ جستجو کرنے والوں کے مقام ومرتبہ کے مناسب ہو، تا کہ ہر بحث وجستجو کرنے والا اپنے مرتبہ کے مناسب اس میں سے انتخاب کرلے، پرانے زمانے میں علماء نے اسی طریقہ کار پر چلتے ہوئے ''البسیط''، ''الوسیط'' اور ''الوجیز'' نیز ''الکبیر''، ''الاوسط'' اور ''الصغیر'' تالیف کی ہیں [3] پس جس کا وقت حصول مزید کا ساتھ نہ دیتا ہو تو اس کے لئے متن کافی سے زائد ہے، اور جس کے وقت میں وسعت ہو اور اس کا جی مزید کو چاہے تو حاشیہ میں علماء کے ایسے کلام ہیں جو میرے خیال میں فائدہ مند ہیں، اور اگر کسی کا جی اس سے زیادہ چاہے تو اس کے لئے بڑی بڑی کتابیں اور مراجع ہیں [4]

تعارف مؤلف:

درحقیقت میں مؤلف کی سوانح لکھنے میں متردد تھا اس لئے کہ میں نے مؤلف کی تفسیر 'سورۃ الفاتحہ' اور تفسیر ''سورۃ الفلق'' کے مقدمہ میں اپنے تحقیق کے دوران ان کی سوانح لکھی ہے، پھر میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ مستقبل میں شیخ کی جتنی کتابیں مطبوع ہوں ان کے ساتھ سوانح کا ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ ایسا ممکن ہے کہ کتاب کسی ایسے آدمی کے ہاتھ لگ جائے جو مؤلف کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو، اور اس سے قبل اس کو ایسی کتاب نہ ملی ہو جس میں سوانح لکھی ہو، اس بات کو سوچ کر میرا پختہ ارادہ ہوگیا کہ شیخ کی جو کتابیں شائع کروں گا، ان

میں سے ہر ایک میں ان کی سوانح نقل کروں گا، اور مذکورہ عذر سوانح کے تکرار کے سلسلے میں مفید ہوگا، اب میں عرض کرتا ہوں کہ:

مؤلف کتاب شیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان آل مشرف تمیمی ہیں، ان کی ولادت ۱۱۱۵ھ میں ایک علمی، با اخلاق، شریف خاندان میں ہوئی، ان کے والد عیینہ کے قاضی تھے، شیخ نے اپنی عمر کے ۱۲/سال پورا کرنے سے قبل ہی قرآن پاک حفظ کرلیا، اور فقہ تفسیر وحدیث پڑھی، طلب علم میں اپنے سفر کا آغاز حج سے کیا، پھر مدینہ منورہ گئے، اس وقت کے وہاں کے علماء سے کسب فیض کیا، مدینہ منورہ میں وہاں کے باشندوں میں سے بعض کو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس اور جنت البقیع میں منکرات اور بدعات کرتے دیکھا جس پر نکیر کی، اور ان سے ڈرایا، پھر نجد واپس آ کر وہاں سے بصرہ کا سفر کیا، بصرہ میں ان باتوں سے زیادہ سخت باتیں دیکھیں جنہیں مدینہ منورہ میں دیکھا تھا، چراغاں قبروں کو دیکھا، اور طواف کرنے والوں کو دیکھا، قبروں کو چومتے دیکھا، اور بدعتیں ومنکرات دیکھیں ان باتوں کو دیکھ کر شیخ رحمہ اللہ کا پیمانہ صبر سے لبریز ہوگیا، چنانچہ ان باطل امور پر ان کے کرنے والوں کی گرفت کی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا، جس کے نتیجہ میں وہاں کے باشندوں نے وہاں سے شیخ کو نکال دیا اور بصرہ سے تپتی دھوپ میں ننگے سر ننگے پیر گدھے پر بیٹھا دیا، شیخ کے بدن پر سوائے ان کی قمیص اور کپڑے کے کچھ اور نہ تھا، شیخ پیاس سے مرنے کے قریب تھے کہ اللہ تعالی نے ایسا شخص مہیا فرما دیا جو ان کو ''زبیر'' لے گیا اور پانی پلایا، پھر وہاں سے بطریق احساء نجد لوٹے، اور وہاں سے حریملاء پہونچے، کیوں کہ ان کے والد بسلسلہ قضاء عیینہ سے وہاں منتقل کر دیئے گئے تھے۔

۱۱۵۳ھ میں ان کے والد کی وفات ہوگئی، جس کے بعد شیخ تن تنہا دعوت کے دشمنوں کے مکر وکید کا مقابلہ کرتے رہے، پھر ان کی شہرت بڑھی اور ان کی خبریں ادھر ادھر پھیلنے لگیں شیخ نے اُسی دوران کتاب التوحید کی تالیف کی تو حریملاء کے باشندوں نے ان کی دعوت سے تنگ آ کر ان کو بھگا دیا، حالات ایسے بھی آئے کہ ان کے غلاموں کی ایک جماعت نے شیخ کو قتل کرنے کے ارادے سے ان کے گھر کا محاصرہ کیا، لیکن اللہ تعالی نے ان کو بچالیا، اس کے بعد وہ عیینہ چلے گئے

وہاں کے امیر ابن معمر نے ان کا استقبال کیا، اور بڑی آؤ بھگت کی، عیینہ میں اور اس کے گرد ونواح میں جو قبے اور قبروں پر زیارت گاہیں بنی ہوئی تھیں ان کو مسمار کیا، اور ایسے درختوں کو جن سے بعض لوگ تبرک حاصل کرتے تھے کاٹا۔

دعوت کے دشمن مستقل گھات میں لگے رہے، یہاں تک کہ شیخ عیینہ سے بھی نکال دیئے گئے، وہاں سے درعیہ کی طرف متوجہ ہوئے، وہاں کے امیر محمد بن سعود کی جانب سے ہر طرح کا تعاون ملا، دونوں نے اللہ کے دین کی مدد، نبی کریم ﷺ کی سنتوں کے احیاء اور بدعتوں کے قلع قمع کرنے پر آپس میں معاہدہ کیا۔

درعیہ کو مرکز بنانے کے بعد دعوت کا کام چل پڑا، چنانچہ شیخ نے قبائل کے سرداروں وہاں کے مکینوں اور علماء کو خطوط لکھ کر ان کو اپنی دعوت سے جڑنے کی دعوت دی، ان میں سے بہت سے لوگوں نے دعوت قبول کی جس کے نتیجے میں فرائض ونوافل قائم کی گئیں، محرمات اور بدعتیں مٹیں، شرک ومنکرات زائل کی گئیں، کلمہ توحید صاف وشفاف بلند ہوا، جب کہ اس سے قبل غیر اللہ کی عبادت اور ان کی طرف دعوت سے پراگندہ ہوگیا تھا۔

اس کے بعد شیخ تعلیم وعبادت کے لئے یکسو ہوگئے، بہت سے طلبہ ان کے پاس آئے اور استفادہ کیا، شیخ نے بہت سی کتابیں بھی تالیف کیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) کتاب التوحید (۲) کتاب الایمان (۳) کتاب اصول الایمان (۴) فضائل الاسلام (۵) فضائل القرآن (۶) کشف الشبہات (۷) آداب المشی الی الصلاۃ (۸) استنباط القرآن (۹) مسائل الجاہلیۃ (۱۰) الکبائر (۱۱) مفید المستفید بکفر تارک التوحید (۱۲) الرد علی الرافضۃ (۱۳) تفسیر سورۃ الفاتحۃ جس کی میں نے تحقیق کی ہے، اور نوٹ لکھے ہیں، متعدد بار چھپ چکی ہے۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ شیخ نے چند کتابوں کے اختصار بھی کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) مختصر الصواعق (۲) مختصر العقل والنقل (۳) مختصر منہاج السنۃ (۴) مختصر فتح الباری (۵) مختصر زاد المعاد۔

شیخ کی وفات ۱۲۰۶ھ میں ہوئی، اللہ تعالی ان کو اپنی وسیع رحمت سے ڈھانپ لے،

اور ان کو بہت ثواب اور اجر عظیم سے نوازے، اور ان کو وہ نیک بدلہ دے جو اپنے راستے کے داعیوں کو دیتا ہے، وہ بہت زیادہ سننے والا اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

تعارف تفسیر:

اس سے قبل میں ذکر کر چکا ہوں کہ یہ تفسیر ابن القیم رحمہ اللہ علیہ کی تفسیر کا اختصار ہے، یہاں اس بات کی یقین دہانی کرتا چلوں کہ شیخ اپنے اختصار کرنے میں ڈیزائن مشین کی طرح نہیں تھے کہ عبارتوں کو کاٹتے ہوئے جملوں کی پیوند کاری کرتے ہوئے چلیں، اس اختصار میں جن باتوں کی تائید کی جائے یا رد کی جائے ان میں شیخ کی علمی شخصیت نمایاں اور ان کے فکری آثار واضح ہیں۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعاء گو ہوں کہ میرے اس کام کو خالص اپنی ذات کے لئے قبول فرمائے، اور اس میں جو کمی وکوتاہی ہوئی ہو اسے معاف فرمائے، وہ بہت زیادہ سننے والا اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

د۔ فہد بن عبد الرحمن بن سلیمان الرومی

نوٹ: کتاب کے حواشی چونکہ مفصل اور طویل ہیں حاشیہ میں ان کو تحریر کرنے میں طباعتی پریشانی تھی اس لئے حواشی کو کتاب کے اخیر میں نمبروار ذکر کر دیا گیا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

[از مترجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الفلق کی تفسیر کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں] اور رہی سورت (الناس)[5] تو یہ بھی[6] [درج ذیل باتوں پر] مشتمل ہے:

۱۔ جس کے ذریعہ پناہ لی جائے [یعنی اللہ تعالی]

۲۔ جس سے پناہ مانگی جائے [یعنی شیطان]

۳۔ پناہ مانگنے والا [یعنی بندہ][7]

پس جس کے ذریعہ پناہ مانگی گئی ہے وہ اللہ تعالی ہیں [لوگوں کے رب، لوگوں کے مالک، لوگوں کے معبود] چنانچہ [اس سورت میں [اللہ تعالی نے لوگوں کے لئے اپنے رب ہونے، اور ان کا مالک و معبود[8] ہونے کا ذکر کیا ہے۔

اور یہ بات ضروری تھی کہ شیطان سے استعاذہ کے تذکرہ میں ان باتوں [ربوبیت، مالکیت، معبودیت] کے ذکر کی کوئی مناسبت ہو[9]

☆ چنانچہ پہلی آیت میں بندوں کی نسبت[10] اپنی ربوبیت کی طرف کی، جو بندوں کی تخلیق، ان کی تربیت، اور ان کیلئے تدبیر اور ان کی اصلاح، اور ان چیزوں سے ان کی حفاظت[11] جو ان کو بگاڑ سکتی ہو، ان باتوں کو شامل ہے، اللہ تعالی کے اپنے بندوں کے رب ہونے کے یہی معنی ہیں۔

اور ربوبیت کا مذکورہ معنی اس کی ملکی قدرت، وسیع رحمت، اور اپنے بندوں کے احوال کا تفصیلی علم، اور ان کی دعاؤں کی قبولیت، اور ان کو ان کی پریشانیوں سے نجات[12] دینے کو شامل ہے[13]

☆ اور دوسری آیت میں اللہ تعالی نے بندوں کی نسبت اپنے مالکیت کی طرف کی ہے، پس وہ بندوں کا حقیقی مالک ہے جس کی طرف بندوں کا مصائب اور پریشانیوں میں رجوع ہونا ہے، پس بندوں کا وجود اور ان کی بھلائی اسی سے وابستہ ہے۔

☆ تیسری آیت میں اللہ تعالی نے بندوں کی نسبت اپنے معبود ہونے کی طرف کی ہے[14] پس وہ بندوں کا معبود برحق ہے۔

وہ بندوں کا ایسا معبود ہے جس کے علاوہ نہ ان کا کوئی الہ ہے اور نہ معبود، پس جیسا کہ وہ تنہا بندوں کا رب اور ان کا مالک ہے جس کی ربوبیت اور ملکیت میں کوئی دوسرا شریک نہیں، اسی طرح[15] وہ ان کا اکیلا الہ و معبود ہے پس بندوں کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے ساتھ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرائیں۔

یہ قرآنی طریقہ ہے کہ بندوں پر ان کے توحید ربوبیت کے اقرار سے[16] توحید الوہیت و عبادت جس کا وہ انکار کرتے ہیں دلیل پکڑتا ہے[17]

پس جب وہ ہمارا رب اور مالک ہے، تو مصیبتوں میں اس کی طرف بھاگنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، اور اس کے علاوہ ہمارے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں، اور نہ ہی ہمارے لئے اس کے علاوہ کوئی معبود ہے، پس اس کے علاوہ کسی کو پکارنا، یا کسی سے ڈرنا، یا محبت اور امید رکھنا مناسب نہیں، اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی کی عبادت کی جائے، یا جھکا جائے، یا اعتماد کیا جائے[18] کیوں کہ جس سے تم پر امید ہو اور ڈرتے ہو اور پکارتے ہو وہ:

☆ یا تو تمہارا مربی، تمہارے معاملات کا رکھوالا ہے، پس وہ تمہارا رب ہے، تمہارے لئے اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

☆ یا تم اس کے مملوک، اور اس کے برحق بندے ہو، پس وہ تمام لوگوں کا مالک برحق ہے، اور سبھی لوگ اس کے بندے اور مملوک ہیں۔

☆ اور یا وہ پھر تمہارا معبود ''الہ'' ہے، جس سے تم پلک جھپکنے کی مقدار بھی مستغنی نہیں ہو سکتے، بلکہ اس کی طرف تمہاری ضرورت تمہاری اپنی روح اور زندگی کی ضرورت سے زیادہ ہے، وہی برحق معبود ہے، تمام لوگوں کا معبود ہے، جس کے علاوہ ان کا کوئی معبود نہیں، پس بندے اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ اپنے اس رب کے علاوہ کسی اور سے پناہ نہ چاہیں، اور نہ اس کے علاوہ کسی اور سے مدد چاہیں۔

مذکورہ باتوں سے تینوں اضافتوں ''رب الناس''، ''ملک الناس''، ''الہ الناس'' کی مناسبت دشمنوں میں سب سے کٹر دشمن اور عداوت رکھنے والوں میں سب سے بھاری دشمن سے پناہ مانگنے کے سلسلہ میں ظاہر ہوگئی۔ اسی معنی کو ثابت کرنے کیلئے پھر اللہ تعالی نے اسم ظاہر کوئی

بار دہرایا[19] اور اس کی جگہ پر ضمیر کا استعمال نہیں کیا یعنی کہ یوں کہا ہو ''لوگوں کا رب'' اور ''ان کا مالک'' اور ''ان کا معبود''[20] چنانچہ لوگوں کا ذکر اپنے ناموں میں ہر نام کے ساتھ کیا[21]

[اللہ تعالیٰ نے اپنی تینوں صفتوں] کے درمیان واو عطف کا ذکر نہیں کیا[22] اس لئے کہ اس میں ایک کا دوسرے سے غیر ہونے کا شبہ ہوتا۔

اور صفت ''ربوبیت'' کو اس کے عام اور ہر مخلوق کو شامل ہونے کی بنا پر مقدم کیا، اور صفت ''الوہیت'' کو خاص ہونے کی بنا پر مؤخر کیا، اس لئے کہ وہ پاک ذات اسی کی معبود ہے جو اس کی عبادت کرے، اور اسے اکیلا جانے، اور صرف اسی کو بلا شرکت غیر اپنا الٰہ بنائے، پس جو صرف اسی کی عبادت نہ کرے، اور اسکو اکیلا نہ جانے، تو وہ ذات اس کی معبود نہیں[23]

اگر چہ حقیقت میں اس کے علاوہ بندے کا کوئی معبود نہیں، لیکن مشرک نے اپنی حقیقی معبود کو چھوڑ کر اس کے علاوہ دوسرے کو اپنا معبود بنایا[24]

[اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں] صفت مالکیت کو ربوبیت والوہیت کے درمیان میں رکھا، اس لئے کہ مالک ہی اپنی بات اور اپنے حکم سے تصرف کرنے والا ہے، وہ ایسا ہے کہ جب حکم کرے تو اس کی اطاعت کی جائے، پس [اللہ تعالیٰ] کا بندوں کا مالک ہونا، ان کے پیدا کرنے کے تابع ہے، اور [اللہ تعالیٰ] کا بندوں کا مالک ہونا کمال ربوبیت کی وجہ سے ہے، اور اس کا بندوں کا معبود برحق ہونا اسکی ملکیت کے کمال کی وجہ سے ہے، پس اس کی ربوبیت اس کی ملکیت کو اور اس کی ملکیت اس کی الوہیت کو مستلزم ہے، پس وہ رب ہے، مالک ہے، معبود ہے، اپنی ربوبیت کی وجہ سے بندوں کو پیدا کیا، اور ملکیت سے ان کو مغلوب کیا، اور الوہیت سے ان کو بندہ بنایا۔

اب ذرا غور کیجئے اس عظمت و بلندی پر جس پر یہ تینوں الفاظ انوکھی ترتیب اور عمدہ سیاق کے ساتھ مشتمل ہیں[25] ''رب الناس'' ''ملک الناس'' ''الٰہ الناس'' یہ تینوں نسبتیں ایمان کے تمام ارکان پر مشتمل[26] اور اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ کے معانی کو متضمن ہیں[27]

رہا [ان تینوں صفات کا] اسمائے حسنیٰ کو شامل ہونا[28] تو بیشک رب وہ ہے[29] جو قادر ہے، خالق، باری، مصور، حی، قیوم، سمیع، علیم، بصیر، محسن[30] منعم، جواد، معطی، مانع، نافع، ضار،

مقدم، مؤخر[31]، ہدایت دینے والا، گمراہ کرنے والا، سعادت بخشنے والا، شقی بنانے والا، عزت دینے والا، ذلت دینے والا، وغیرہ ربوبیت کے معانی میں سے ہیں۔

اور [اللہ تعالیٰ کے ارشاد] ''مَلِکُ'' [سے مراد] وہی حکم دینے والا، روکنے والا، عزت وذلت دینے والا ہے، وہ بندوں کے معاملات میں جیسا چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، اور بندوں کو جیسا چاہتا ہے پھیرتا ہے، پس وہ غالب ہے [اس کے ناموں میں سے] الجبار، المتکبر، الحافظ، الرافع، المعز، المذل، العظیم، الجلیل، الوالی، المتعالی، الملک، المقسط، الجامع وغیرہ ایسے اسماء میں سے ہیں جو اس کے مالک (بادشاہ) ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

رہا اس کا معبود ہونا تو وہ صفات کمال وجلال کو جامع ہے، پس اس نام (اللہ) میں تمام اسمائے حسنیٰ داخل ہیں[32]

اسی وجہ سے[33] صحیح قول یہی ہے کہ اللہ کی اصل الٰہ ہے[34] اور اللہ نام تمام اسمائے حسنیٰ اور بلند صفات کو جامع ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام کا راز اس بات سے بلند وبالا ہے کہ انسانی عقول اسکا ادراک کرسکیں، اہل علم کی انتہائی [کوشش] یہ ہے کہ جو باتیں ان میں ظاہر ہیں ان سے مخفی باتوں کے لئے استدلال کریں[35]

یہ سورت شر سے[36]۔ جو گناہوں اور معاصی کا سبب ہے۔ پناہ مانگنے پر مشتمل ہے اور وہ [یعنی وسوسہ] انسان کے اندر داخلی شر ہے، جو دنیا وآخرت میں سزاؤں کا موجب ہے۔

پس سورۃ ''الفلق''، سحر وحسد کے ذریعہ غیر کے ظلم سے پناہ مانگنے کو شامل ہے اور وہ خارجی شر ہے۔

اور سورۃ ''الناس'' اس شر سے پناہ مانگنے کو شامل ہے، جو بندے کا اپنی ذات پر ظلم کا سبب ہے، اور وہ داخلی شر ہے[37]

پس پہلا شر [جس کا ذکر سورۃ الفلق میں ہے یعنی سحر وحسد بندہ پر] تکلیف کے تحت داخل نہیں ہوتا، اور نہ اس سے رکنا مطلوب ہے، کیونکہ وہ بندے کے کسب وارادے سے نہیں ہے۔

اور دوسرا شر [جس کا ذکر سورۃ الناس میں ہے بندہ پر] تکلیف کے تحت داخل ہوتا ہے، اور اسی

سے نہی کا تعلق ہے [یعنی اسی سے روکا گیا ہے] پس یہ عیبوں میں برا عیب ہے اور پہلا بری مصیبتوں میں سے ہے اور تمام برائیاں عیوب ومصائب ہی کی طرف لوٹتی ہیں ان کو کوئی تیسری قسم نہیں۔

چنانچہ سورۃ الناس ہر قسم کے عیوب کی برائی سے پناہ مانگنے کو شامل ہے، اسلئے کہ تمام برائیوں کی اصل وسوسہ ہے [38]

اور وسوسہ کی اصل [یعنی لغوی تعریف] [39] حرکت ہے [40] یا مخفی آواز جو محسوس [41] نہ ہو جس سے بچا جا سکے۔

پس ''وسواس،، [42] دل میں پوشیدہ [طور سے بات] ڈالنا ہے، یا تو دھیمی آواز سے جسے صرف ڈالا جانیوالا ہی سن سکے، یا بغیر آواز کے ہو، جیسا کہ شیطان بندہ [کے دل میں] وسوسہ ڈالتا ہے۔

''اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ'' دونوں ایک محذوف موصوف [43] [شیطان] [44] کی صفت ہیں۔

پس ''وسواس'' شیطان ہے اس لئے کہ وہ بہت وسوسے ڈالتا ہے۔ رہا ''اَلْخَنَّاسِ'' تو وہ شیطان ہے فعال کے وزن پر [اس کا ماضی ومضارع] خَنَسَ یَخْنُسُ ہے، جب چھپ جائے اور پوشیدہ ہو جائے۔

پس بندہ جب اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے، شیطان اس کے دل پر مسلط ہو جاتا ہے [45] اور اس میں وسوسے کے بیج ڈالتا ہے، جو در اصل تمام گناہوں کی بنیاد ہیں، پس جب بندہ اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس سے پناہ مانگتا ہے تو [شیطان] پیچھے ہٹتا ہے [46]

اور ''الخناس'' کے معنیٰ پیچھے ہٹنے اور ایسے لوٹ جانے کے ہیں جس کے ساتھ چھپ جانا ہو [47]

حضرت قتادہ [48] فرماتے ہیں، الخناس [شیطان] کی انسان کے دل میں کتے کی طرح تھوتھنی ہوتی ہے [49] پس جب بندہ اپنے رب کا ذکر کرتا ہے تو چھپ جاتی ہے [50] اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ [51] شیطان کا سر سانپ کے سر جیسا ہے، اور وہ اپنے سر کو [بندہ کے] دل کے کنارے [52] رکھے ہوئے ہے، اس کو لالچ دلاتا رہتا ہے، اور کھٹکھٹاتا رہتا ہے، پس جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو چھپ جاتا ہے، اور جب بندہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو لوٹ آتا ہے،

اور اپنے سر کو اسی جگہ رکھ کر بندہ کو وسوسے میں ڈالتا ہے [53]

[الخناس] کو فَعَّال کے وزن پر لایا گیا ہے، نہ کہ فاعل کے وزن پر [54] [یعنی خانس] شدت سے بھاگنے اور لوٹنے [55] اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت اس کی شدید نفرت کے اظہار کیلئے اس طرح لایا گیا ہے [اور اس بات کے اظہار کیلئے بھی [کہ یہ اس کا طریقہ ہے، پس اللہ کا ذکر شیطان کا صفایا کرتا ہے اور اسے اذیت وتکلیف پہونچاتا ہے [56] اسی وجہ سے مومن کا شیطان دبلا ہوتا ہے [57] اس لئے کہ مومن اس کو اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے تکلیف پہونچاتا ہے۔

بعض سلف سے منقول ہے [58] کہ مومن اپنے شیطان کو ایسا دبلا کرتا ہے جیسے آدمی سفر میں اپنے اونٹ کو، اس لئے کہ جب بھی شیطان اس کے آڑے آتا ہے تو وہ ذکر، توجہ، استغفار، طاعت کے کوڑے اس پر برساتا ہے، پس اس کا شیطان اس کیساتھ سخت بےچینی میں رہتا ہے۔

اور رہا فاجر انسان کا شیطان تو وہ اس کے ساتھ راحت واطمینان کے ساتھ رہتا ہے، اسی وجہ سے وہ قوی، سرکش، اور سخت ہوتا ہے [59] پس جس نے اپنے شیطان کو اس دنیا میں اللہ کے ذکر اس کی توحید، استغفار، اور اس کی اطاعت سے اذیت نہیں پہونچائی، تو اس کا شیطان اس کو آخرت میں جہنم کے عذاب سے نقصان پہونچائے گا، پس ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ یا تو وہ اپنے شیطان کو تکلیف پہونچائے یا اس کا شیطان اس کو تکلیف پہونچائے [60]

اب ذرا] اس بات پر] غور کریں کہ کیسے وسواس کی بنیاد مکرر آئی [61] [شیطان کے] ایک ہی وسوسہ کے بار بار لوٹانے کی وجہ سے یہاں تک کہ بندہ اس پر پختہ ارادہ کر لے، اور ''خناس'' کی بنیاد ''فعال'' کے وزن پر آئی جس سے کام کی قسم بار بار وجود میں آئے، اسلئے کہ جب جب]بندہ] اللہ کا ذکر کرتا ہے] شیطان] چھپ جاتا ہے، اور جب بندہ غافل ہوتا ہے دوبارہ وسوسہ ڈالنے لگتا ہے، پس دونوں لفظ] الوسواس، الخناس، کی بنیاد ان دونوں کے معانی کے مطابق آئی ہے]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد] الذی یوسوس فی صدور الناس] شیطان کی تیسری صفت ہے [62] پس

پہلے اس کے وسوسے کا ذکر کیا، پھر اس وسوسے کی جگہ کا ذکر کیا کہ بیشک وہ لوگوں کے دلوں میں ہے [٦٣]

اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے شیطان کو بندے کے جسم میں داخل ہونے اور اس کے قلب اور سینے پر اثر انداز ہونے کی قوت دی ہے، پس وہ بندے کے خون کے ساتھ دوڑتا ہے وہ اس پر مامور کیا گیا ہے، چنانچہ وہ بندہ سے موت تک جدا نہیں ہوتا [٦٤] اور اس کے وسوسے میں یہ]بات[ہے کہ وہ دل کو اپنی بات میں مشغول رکھتا ہے، یہاں تک کہ بندہ کو جس کام کے کرنے کا وہ ارادہ کرتا ہے بھلا دیتا ہے، اسی وجہ سے بھلانے کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے [٦٥] جیسا کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ إِلاَّ الشَّيْطٰنُ [سورۃ الکھف:]٦٣(٦٦)

سو میں اس مچھلی کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا۔

ذرا غور کریں قرآن کی حکمت اور اس کی بلندی پر کہ کس طرح سے شیطان جس کی صفت ہے کہ وہ ''وسواس خناس'' وغیرہ ہے، اس سے استعاذہ کا حکم دیا، یہ نہیں کہا کہ اس کے وسوسے کے شر سے [پناہ مانگو] تا کہ استعاذہ اس کے تمام شر کو شامل ہو، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ''من شر الوسواس'' [٦٧] [شیطان کے [تمام شر کو شامل ہے [٦٨] اور اللہ تعالی نے شیطان کو اس کی سب سے بڑی اور سب سے بری صفت سے موصوف کیا، اور وہ صفت وسوسہ ہے، جو ارادے کی ابتدا ہے [٦٩] چنانچہ قلب شر سے خالی رہتا ہے، پھر شیطان اس میں وسوسے ڈالتا ہے، گناہ اس کے دل میں کھٹکتا ہے، اور شیطان بندہ کیلئے اس گناہ کی منظر کشی کرتا ہے، اور اسے رغبت دلاتا ہے، پس وہ گناہ خواہش بن جاتا ہے، وہ اس خواہش کو بندہ کیلئے آراستہ اور خوشنما بناتا ہے، یہانتک کہ وہ ارادہ بن جاتا ہے۔

پھر]شیطان[برابر منظر کشی کرتا رہتا ہے، اور رغبت دلاتا رہتا ہے، اور بندے سے اس کے نقصان کو بھلاتا اور برے انجام سے غافل بناتا رہتا ہے، چنانچہ بندہ صرف اس گناہ کی لذت حاصل کرنے کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا، اور انجام کو بھول جاتا ہے، پس یہ ارادہ عزم مصمم بن جاتا ہے، دل میں لالچ شدت پکڑتی ہے، اور شیطان بندہ کو برابر گناہ کی طرف اکساتا رہتا ہے [٧٠]

بہت عمدہ حیلے، اور پوری مکاری سے شیرازہ بندی کو منظم کرتا ہے، پس ہر گناہ و مصیبت کی بنیاد وسوسہ ہی ہے، اسی وجہ سے]اللہ تعالی نے [شیطان کو] الوسواس [کے ساتھ موصوف کیا تا کہ اس کے شر سے استعاذہ اہم ہو، ورنہ اس کا شر بغیر وسوسہ کے بھی حاصل ہے۔ اس کے شر میں سے یہ ہے کہ وہ واقعتا چور ہے، لوگوں کے مال کو چراتا ہے [٧١] پس ہر کھانا یا پانی جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں اس کی چوری اور اچکنے کا حصہ ہے، اسی طرح سے وہ ایسے گھر میں رات گذارتا ہے جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو [٧٢] پس]شیطان] انسانوں کے کھانے میں سے بغیر ان کی اجازت کے کھاتا ہے، اور ان کے گھروں میں بغیر ان کی اجازت کے رات گذارتا ہے، وہ بندہ کو معصیت کا حکم کرتا ہے، پھر اس کے دشمنوں کے دلوں میں سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ فلاں نے ایسا ایسا کام کیا۔

نیز]شیطان کے شر کے قبیل ہی سے] یہ بات بھی ہے کہ بندہ ایسی حالت میں گناہ کرتا ہے جس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی، اور صبح ایسی حالت میں ہوتی ہے کہ لوگ اس کا چرچا کرتے ہیں، یہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ شیطان اس کی پردہ داری کرنے اور اس کو رسوا کرنے کی کوشش کرتا ہے [٧٣] چنانچہ بندہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو ایسا گناہ ہے جس کو اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور نے نہیں دیکھا، اس کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس کا دشمن اس کی تشہیر میں کوشاں ہے، بہت کم ہی لوگ ایسے ہیں جو اس باریکی کو بھانپ پاتے ہیں۔

نیز اس کے]یعنی شیطان کے] شر میں سے یہ ہے کہ بندہ کے سونے کی حالت میں اس کے سر پر ایسی گرہیں لگاتا ہے جو اس کو بیدار ہونے سے روکتی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے [٧٤]

يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ... الحديث [٧٥]

شیطان تم سے کسی کے سر کی گدی میں جس وقت سو یا ہوتا ہے تین گرہ لگاتا ہے۔

نیز]شیطان] کے شر میں سے یہ ہے کہ وہ بندے کے کان میں پیشاب کرتا ہے تا کہ وہ صبح تک سوئے [٧٦]

اور اس کے شر میں سے یہ ہے کہ بنی آدم کے خیر کے تمام راستوں میں بیٹھتا ہے، خیر کے راستوں میں سے کوئی ایسا راستہ نہیں مگر یہ کہ اس پر شیطان گھات میں بیٹھا ہوا ہے، بندہ کو اس پر

چلنے سے روکتا ہے [۷۷] پس اگر اس نے مخالفت کی، اور سیدھی راہ پر چلا، تو اس سے باز رکھتا ہے، اور اس میں روڑے ڈالتا ہے، اور اگر بندہ نے عمل کر لیا ہو اور اس سے فارغ ہو گیا ہو تو پھر ایسی باتوں کی کوشش کرتا ہے جس سے وہ عمل باطل ہو جائے [۷۸]

اس کے شر میں سے یہی کافی ہے کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ [بنی آدم کو بہکانے کیلئے] ان کے سامنے سے اور پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے ضرور آئے گا۔

پس جب اس کی یہ حالت ہو اور برائی [اور برائی کرانے یا اس پر ابھارنے] میں یہ اس کا عزم ہو تو اس سے چھٹکارا اللہ کی مدد اور اس کی تائید کے بغیر ممکن نہیں [۷۹] اور اس کے شر کی قسموں کو احاطہ (شمار) میں لانا ممکن نہیں چہ جائیکہ اس کا ایک آدھ، اس لئے کہ دنیا کے اندر ہر شر کا سبب وہی ہے، لیکن اس کے تمام شرور چھ قسموں میں منحصر ہیں:

پہلا شر: کفر وشرک ہے اللہ اور اس کے رسول کی دشمنی۔

پس اگر [بنی آدم سے یہ کرانے میں کامیاب ہو جائے] تو وہ پرسکون ہو جاتا ہے، [۸۰] اور یہ پہلا کام ہے جو بندہ سے وہ چاہتا ہے، پس اگر بندہ سے یہ کام کرانے سے ناامید ہو جائے، اور وہ بندہ ان لوگوں میں سے ہو جس کیلئے شکم مادر میں اسلام لکھا جا چکا ہے [۸۱] تو شیطان اس کو برائی کے دوسرے مرتبہ کی جانب منتقل کرتا ہے اور وہ بدعت ہے۔

دوسرا شر: بدعت ہے اس کے نزدیک فسق اور گناہوں سے زیادہ محبوب ہے، کیوں کہ اس کا نقصان متعدی ہے [۸۲] اور وہ ایسا گناہ ہے جس سے توبہ نہیں کی جاتی [۸۳] وہ رسولوں کی دعوت کے مخالف ہے، اور جو [دعوت] وہ لوگ لے کر آئے تھے اس کی مخالف ہے، پس جب بدعت بندہ کے یہاں جگہ پا گئی اور شیطان نے مومن کو بدعت والوں میں سے بنا دیا، تو وہ اس شیطان کا نائب اور اس کے مبلغین میں سے ایک مبلغ ہو گیا، اور اگر شیطان بندہ کو اس مرتبہ [بدعت] تک پہونچانے سے قاصر رہا تو اسے تیسرے مرتبہ کی طرف منتقل کرتا ہے۔

تیسرا شر: [بڑے بڑے گناہ] [۸۴] ان کے مختلف درجات کے ساتھ ہیں، پس شیطان اس بات کا بہت زیادہ خواہش مند رہتا ہے کہ بندہ کو اس میں مبتلا کرے، خاص طور سے اگر بندہ کوئی ایسا عالم ہو جس کی اتباع کی جاتی ہو، پس وہ اس بات کا خواہشمند رہتا ہے کہ لوگوں کو اس سے متنفر کر دے، پھر اس کے گناہوں کا لوگوں میں پروپیگنڈہ کرے [۸۵] اور لوگوں میں ایسے کو اپنا

نائب بنائے۔ جو اپنے گمان کے مطابق اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کیلئے اس کے گناہ کو پھیلائے [۸۶] یہ شخص ابلیس کا نائب ہوتا ہے اس کو احساس بھی نہیں ہوتا، پس بے شک جو لوگ مومنوں میں برائی کی اشاعت کو پسند کرتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے [۸۷] یہ عذاب تو اس وقت ہے جب کہ صرف اس کی اشاعت کو پسند کرتے ہوں، پس ان کا عذاب کیسا ہوگا جو بذات خود پروپیگنڈہ کرتے ہوں؟ اب اگر شیطان [بندہ کو] [اس مرتبہ تک پہونچانے سے] عاجز ہو جائے تو اس کو چوتھے مرتبہ کی طرف منتقل کرتا ہے۔

چوتھا شر: صغائر [چھوٹے چھوٹے گناہ] ہیں [۸۸] جو اگر اکٹھا ہو جائیں تو شاید ان کے کرنے والے کو ہلاک کر دیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَمُحَقِّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِکَ مَثَلُ قَوْمٍ نَزَلُوا بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ۔ الحديث

خبردار چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو، پس ان کی مثال اس قوم جیسی ہے جو ایک چٹیل میدان میں اتری ہو۔

اور آپ ﷺ نے ایک حدیث بیان فرمائی [۸۹] جس کا معنی یہ ہے: ہر ایک ان میں سے ایک جلانے والی لکڑی لایا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے کافی آگ بھڑکائی اور کھانا پکایا، یعنی جس طرح چھوٹی چھوٹی لکڑیاں کھانا پکا سکتی ہیں، اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ مل کر بڑے گناہ بن جاتے ہیں، اور ہلاکت کا باعث ہو جاتے ہیں۔

شیطان برابر بندہ پر صغیرہ گناہوں کے معاملہ کو آسان کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بندہ اس کو حقیر سمجھنے لگتا ہے، اور ایسا ہو جاتا ہے کہ خوف کے ساتھ گناہ کبیرہ کرنے والا اس سے اچھی حالت میں ہوتا ہے، اب اگر بندہ [شیطان کو گناہ صغیرہ نہ کرنے سے] تھکا دے، تو شیطان اس کو پانچویں درجے کی طرف منتقل کرتا ہے۔

پانچواں شر: بندے کا ایسے مباح کاموں میں مشغول ہونا ہے جس کے کرنے پر نہ کوئی ثواب ہو نہ عقاب، بلکہ اس کا انجام اس کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے ثواب کا فوت ہونا ہے، اب اگر بندہ شیطان کو اس مرتبے سے تھکا دے، اور وہ اپنے وقت کی حفاظت اور قدر کرنے والا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس کا وقت اس کی سانس کے بقدر ہے، اور اس کے منقطع ہونے نیز اس کے بعد جو ثواب وعقاب [۹۰] اس پر مرتب ہونے والے ہیں اس کو جانتا ہو تو [شیطان] اس کو چھٹے

درجے کی طرف منتقل کرتا ہے۔

چھٹا شر: یہ ہے کہ] شیطان [بندہ کو افضل کام سے مفضول میں مشغول کردیتا ہے، تاکہ افضل کا ثواب اس سے فوت ہوجائے، پس شیطان بندہ کو ایسے خیر کے کام کا حکم کرتا ہے جو مفضول ہے، اوراس پر بندہ کو اس وقت ابھارتا ہے، جب کہ اس کے کرنے سے اس سے افضل کام چھوٹتا ہو، بہت کم ہی لوگ ایسے ہیں جو اس بات کیطرف دھیان دیتے ہیں، پس جب بندہ اپنے اندر عبادت کی قسموں میں سے کسی قسم کی طرف قوی داعیہ پاتا ہے تو شاید ہی یہ کہے [91] کہ یہ داعیہ شیطان کی طرف سے ہے، اس لئے یقینا شیطان بھلائی کا حکم نہیں کرتا، اور بندہ دیکھتا ہے کہ یہ خیر (کا کام) ہے، یہ نہیں جانتا کہ شیطان اس کو خیر کے دروازوں میں سے ستر دروازے سے حکم کرتا ہے، اوروہ اس لئے کہ یا تو اس کے ذریعہ شر کے ایک دروازہ کی طرف پہونچ جائے، یا اس کے ذریعہ ان ستر دروازوں سے بڑا اور عظیم وافضل کام بندہ سے ضائع کرادے۔

اس بات کی معرفت بآسانی ممکن نہیں، مگر اللہ کے نور سے، جسے اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں ڈالتے ہیں، اوراس نور کی وجہ رسول اللہ ﷺ کی خالص اتباع، اور بندہ کا اللہ کے نزدیک اعمال کے مراتب کی شدت سے پابندی، جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندوں کیلئے بہت زیادہ نفع بخش، اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اوراس کی کتاب اوراس کے خاص وعام مومن بندوں کیلئے نصیحت کے اعتبار سے سب سے زیادہ عام ہو، مخلوق کے اکثر وبیشتر لوگ اس بات سے غافل ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات کھٹکتی ہی نہیں۔

اب اگر بندہ ان مذکورہ چھ [92] مراتب سے شیطان کو عاجز کردے، تو شیطان اس پر اپنا جناتی وانسانی لشکر مختلف تکالیف [پہونچانے] کا فربدعتی کہنے، اوراس بندہ سے لوگوں کو ڈرانے کیلئے مسلط کردیتا ہے [93] تاکہ اس کا دل پراگندہ رکھے، اورلوگوں کو اس سے استفادہ کرنے سے روکے۔

پس اس وقت مومن جنگی زرہ پہن لیتا ہے [94] اور موت تک اسے نہیں اتارتا، اورجس وقت وہ اتار دیتا ہے گرفتار کرلیا جاتا ہے، اوراس کے شر سے دوچار ہوتا ہے، پس مومن وفات تک مستقل جہاد میں رہتا ہے۔

پس اس باب میں غور وفکر کرو، اوراسے اپنا ترازو بنالو، جس کے ذریعہ تم اپنے نفس کو اورلوگوں کو تولو، اوراللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے۔

اوراللہ تعالیٰ کے اس فرمان [يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ] کے راز میں غور کرو، یوں نہیں فرمایا ''قُلُوْبِهِمْ'' [ان کے دلوں میں] کیونکہ سینہ دل کا آنگن ہے، اور دل بمنزلہ چوکھٹ اور گھر کے ہے، اسکے ذریعہ وساوس بندہ کے دل میں داخل ہوتے ہیں، اورسینہ میں جمع ہوتے ہیں، پھر دل میں داخل

ہوتے ہیں، اور دل ہی سے احکام اور ارادے سینے کی طرف نکلتے ہیں، پھر لشکر پر تقسیم ہوتے ہیں [95]۔

جس نے یہ سمجھ لیا اس نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ [96] اللہ تعالیٰ کو تمہارے سینوں کے اندر کی چیز کا آزمانا اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو پاک کرنا تھا۔ [سورت آل عمران ۱۵۴]

کو سمجھ لیا، پس شیطان دل کے آنگن اور گھر میں داخل ہوتا ہے، اوردل میں جو کچھ ڈالنا چاہتا ہے ڈالتا ہے، پس شیطان سینے میں ایسا وسوسہ ڈالنے والا ہے جو دل تک پہونچے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ [97] پھر ان کو شیطان نے بہلایا۔

''اِلَیْہِ'' کے بجائے ''فِیْہِ'' نہیں فرمایا، اس لئے کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ شیطان نے حضرت آدم کی طرف اس بات کا القاء کیا، اوراسے ان کے سینے تک پہونچایا، پس ان کے دل میں داخل ہوا [98]

[سورۃ الناس کے اخیر میں] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[من الجنۃ والناس] علماء نے اس جارمجرور اور یہ کس سے متعلق ہے اسمیں اختلاف کیا ہے، فرّاء [99] [نحوی] اورایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ ''سینوں میں وسوسہ ڈالے ہوئے لوگوں کی'' وضاحت ہے [100] یعنی جن لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالا گیا ہو وہ دو قسم کے ہیں: انسان اور جنات، پس وسوسہ ڈالنے والا جناتوں کو وسوسہ اسی طرح سے ڈالتا ہے جس طرح سے انسانوں کو اور یہ قول بہت کمزور ہے، چند وجوہات کی بنا پر جن میں: [101]

۱۔ اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ جنات، جنات کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، اوران میں داخل ہوتا ہے، جس طرح سے انسانوں میں داخل ہوتا ہے۔

۲۔ [پھر یہ کہ] ''الناس،، نبی آدم کا نام ہے تو اس کے مسمیٰ میں جنات داخل نہیں [102]

جارمجرور اور تعلق کے سلسلہ میں دوسرا قول ٹھیک ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ،، وسوسہ ڈالنے والے کی توضیح ہے، اور وہ یعنی وسوسہ ڈالتے ہیں اور انسان انسان کے دل

میں وسوسہ ڈالتا ہے [۱۰۳]

پس وسوسہ ڈالنے والی دو مخلوق ہیں: انسان اور جنات۔

اور بلا شبہ وسوسہ دل میں آہستگی سے بات ڈالنے کو کہتے ہیں [۱۰۴] اور یہ انسان و جنات دونوں میں مشترک ہے، اگر چہ انسان کا کسی کے دل میں بات ڈالنا، یا وسوسہ میں ڈالنا کان کے ہی ذریعہ ہوتا ہے [برخلاف] جنات کے کہ وہ واسطے کا محتاج نہیں ہوتا، کیونکہ وہ نبی آدم میں داخل ہوتا ہے، اور اس کی رگوں میں دوڑتا ہے [۱۰۵] اس کے باوجود کبھی جنات نمودار بھی ہوتا ہے، اور انسان کے کان میں انسانوں کی طرح وسوسہ ڈالتا ہے، جیسا کہ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک فرشتے آسمان میں زمین میں ہونے والے معاملہ کے متعلق بات کرتے ہیں، پس شیاطین بات سن لیتے ہیں، اور اسے نجومی کے کان میں ایسی آہستگی سے ڈالتے ہیں [۱۰۶] جیسے کہ شیشی میں پانی ڈالا جاتا ہے۔

پس نجومی اس میں اپنے پاس سے سو جھوٹ کا اضافہ کرتے ہیں [۱۰۷]

پس یہ شیطانی وسوسہ والقاء ہے اور ان دونوں [۱۰۸] [یعنی جناتی اور انسانی شیطان] کے اس وسوسہ [۱۰۹] میں مشارکت کی مثال وحی شیطانی میں اشتراک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔

اور اسی طرح ہم نے نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے، کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعضے دوسروں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے۔ تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔ [سورۃ الانعام آیت: ۱۱۴] [۱۱۰]

ہم ان دونوں سورتوں [۱۱۱] پر کلام کا اختتام چند نفع بخش قواعد کے ذکر پر کرتے ہیں، جن کے ذریعہ بندہ شیطان سے محفوظ رہے اور بچتا رہے [۱۱۲] اور وہ دس اسباب یہ ہیں [۱۱۳] ان میں سے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی شیطان رجیم سے پناہ طلب کرنا [۱۱۴]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔ بلا شبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ [الاعراف آیت: ۲۰۰] [۱۱۵]

یہاں ''سمیع''، سے مراد شرف قبولیت سے سننے والا نہ کہ عام سننے والا [۱۱۶]

۲۔ دوسرا حفاظتی ذریعہ ان دونوں سورتوں [۱۱۷] کا پڑھنا ہے، پس بلا شبہ ان دونوں سورتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے شیطانی شر سے پناہ مانگنے اور اس کے دفع کرنے میں بڑی عجیب تاثیر ہے، اسی بنا پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: پناہ مانگنے والوں نے ان دونوں سورتوں کے ذریعہ پناہ مانگنے جیسی پناہ نہیں مانگی [۱۱۸] نبی کریم ﷺ ان دونوں کے ذریعہ ہر رات سوتے وقت پناہ مانگتے تھے [۱۱۹]

نیز آپ نے عقبہ بن عامر [رضی اللہ عنہ] سے حکم فرمایا کہ ان دونوں سورتوں کے ذریعہ ہر نماز کے بعد پناہ مانگیں [۱۲۰]

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو ''سورۃ اخلاص'' کے ساتھ تین تین بار صبح و شام پڑھا اس کے لئے ہر چیز سے [حفاظت کیلئے] کافی ہے [۱۲۱]

۳۔ تیسرا حفاظتی ذریعہ: آیت الکرسی کا پڑھنا ہے [۱۲۲]

۴۔ چوتھا حفاظتی ذریعہ سورہ البقرہ کا پڑھنا ہے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں آپ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے شیطان اس میں داخل نہیں ہوتا [۱۲۳]

۵۔ پانچواں حفاظتی ذریعہ [سورہ] البقرۃ کا آخری [حصہ پڑھنا ہے]

چنانچہ صحیح [بخاری] میں آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورت البقرۃ کی آخری دو آیتوں کو رات میں پڑھی، تو وہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہیں [۱۲۴]

۶۔ چھٹا حفاظتی ذریعہ سورت ''حم''، ''المؤمن'' کی ابتداء سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''الیہ المصیر'' تک] پڑھنا ہے [[۱۲۵]

چنانچہ ترمذی میں عبدالرحمن بن ابی بکر ابن ابی لیلیٰ [۱۲۶] سے مروی ہے، وہ زرارہ بن مصعب سے، اور وہ ابوسلمہ سے، اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ''حم المؤمن'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''الیہ المصیر'' تک اور آیت الکرسی صبح کو پڑھی تو ان دونوں کے ذریعہ شام تک وہ محفوظ کردیا گیا، اور جس نے ان دونوں کو شام کے وقت پڑھا ان دونوں کے ذریعے صبح تک محفوظ کردیا گیا
۔

عبدالرحمن الملیکی اگرچہ ان کے حافظہ کی جانب سے کلام کیا گیا ہے، لیکن حدیث کے شواہد آیت الکرسی کے پڑھنے کے بارے میں ہیں، اسلئے یہ حدیث غرابت کے باوجود قابل اخذ ہے۔

۷۔ ساتواں حفاظتی ذریعہ: **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر** کو سو مرتبہ [پڑھنا]

چنانچہ صحیحین [بخاری ومسلم] میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر** کو سو بار پڑھا، تو اس کے لئے دس گردنوں [یعنی غلام آزاد کرنے] کے برابر ہوا، اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی گئیں، اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے گئے، اور اس کے لئے شیطان سے اس دن کی شام تک حفاظت ہوگئی، اور کوئی شخص اس لانے والے سے افضل نہیں لاسکتا، مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو [۱۲۷]

پس یہ بڑے نفع والا، بھاری فائدے والا عمل اس شخص کے لئے سہل وآسان حفاظتی نسخہ ہے، جس پر اللہ نے آسان کردیا ہو [۱۲۸]

۸۔ آٹھواں حفاظتی ذریعہ، جو کہ شیطان سے حفاظتی نسخوں میں سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔ وہ کثرت سے اللہ عزوجل کا ذکر ہے، اور یہ بعینہ وہی نسخہ ہے جس پر ''سورۃ الناس'' دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ اس میں شیطان کا وصف [یہ بیان کیا گیا ہے کہ] وہ بے شک خناس ہے اور ''خناس''، جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو چھپ جاتا ہے، اور اگر اللہ کے ذکر سے [بندہ] غافل ہوجائے تو دل کو منہ میں لے لیتا ہے، اور اس میں وسوسے ڈالتا ہے، پس بندہ

نے اللہ عزوجل کے ذکر جیسی [کسی اور چیز سے] اپنے آپ کو محفوظ نہیں کیا [۱۲۹]

(۹) نواں حفاظتی ذریعہ وضو [۱۳۰] اور نماز [۱۳۱] ہے اور یہ ان بڑی چیزوں میں سے ہے جن کے ذریعہ بندہ حفاظت اختیار کرتا ہے [۱۳۲] خاص طور سے غصہ اور شہوت کے وقت، پس بے شک غصہ آگ ہے جو بنی آدم کے دل میں جلتی رہتی ہے، جیسا کہ ترمذی نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''خبردار بے شک غصہ آدم کے دل میں آگ ہے،، پس بندہ نے غصہ کی آگ کو نماز اور وضو جیسی کسی چیز سے نہیں بجھایا، بلاشبہ نماز اگر اس کے خشوع اور اس میں اللہ کی طرف رجوع کے ساتھ پڑھی جائے تو غصہ کے اثر کو پورے طور سے زائل کردیتی ہے، اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا تجربہ دلیل کا محتاج نہیں۔

۱۰۔ دسواں حفاظتی ذریعہ: فضول بات، [بلاوجہ] اِدھر اُدھر دیکھنے [ضرورت سے زیادہ] لوگوں سے ملنے جلنے سے رکنا ہے [۱۳۳]

پس بلاشبہ شیطان اپنی مراد بنی آدم سے ان چاروں دروازوں سے پالیتا ہے، چنانچہ بلا ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا پسندیدگی کو دعوت دیتا ہے، اور جس کی طرف دیکھا جائے وہ دل پر اثر اندازی اور اس کے ساتھ مشغولیت کی دعوت دیتا ہے۔

مسند [امام احمد] میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے، پس جس شخص نے اپنی نگاہ کی حفاظت کی [۱۳۴] اللہ تعالیٰ اس کو ایسی حلاوت عطاء فرمائیں گے، جسے وہ اپنے دل میں قیامت کے دن پائے گا'' یا جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہو [۱۳۵]

اور رہا فضول بکنا [۱۳۶] تو برائی کے دروازے کھولتا ہے، اور یہ سارے دروازے شیطان کے گھسنے کے راستے ہیں [۱۳۷] پس فضول بات سے رکنا شیطان پر ان دروازوں کو بند کرتا ہے، اور کتنی ہی لڑائیوں کو صرف ایک جملہ نے بھڑکایا ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: کہ لوگوں کو جہنم میں ان کی ناکوں کے بل اوندھا نہیں دھکیلے گی مگر ان کی زبان کی کارستانیاں [۱۳۸]

ترمذی میں ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کی وفات ہوگئی تو بعض صحابہ نے یوں کہا:

خوشخبری ہو اس کے لئے، اس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا معلوم؟ شاید اس نے ایسی بات کہی ہو جو اس سے متعلق نہ ہو، یا ایسی چیز میں بخل سے کام لیا ہو جو اسے کم نہیں کرتی [139]

اور بہت سے گناہ فضول بکواس اور نظر سے ہی پیدا ہوتے ہیں [140] اور وہ دونوں [زبان اور آنکھ] شیطان کے دروازوں میں سے سب سے کشادہ دروازے ہیں، پس بلاشبہ ان دونوں [بات اور نظر] کے اعضاء [یعنی زبان اور آنکھ] پیٹ کے برخلاف نہ اکتاتے ہیں اور نہ گھبراتے ہیں، پیٹ جب بھر جاتا ہے تو اس میں کھانے کی خواہش باقی نہیں رہتی، لیکن آنکھ اور زبان اگر چھوڑ دی جائیں تو سست نہیں پڑتیں۔

[اس وجہ سے] سلف صالحین فضول بکواس سے لوگوں کو ڈراتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ کوئی بھی چیز زبان سے زیادہ لمبی قید کی مستحق نہیں ہے [141]

اور رہا ضرورت سے زیادہ کھانا، تو وہ بہت سی برائیوں کو دعوت دیتا ہے، پس بے شک وہ اعضاء کو گناہوں کی طرف حرکت دیتا ہے، اور انہیں عبادتوں سے روکنے کیلئے بوجھل کر دیتا ہے، یہی دونوں [باتیں] برائی کیلئے تمہیں کافی ہیں، پس بہت سے گناہ آسودگی اور فضول کھانا لاتا ہے [142]

اسی وجہ سے بعض آثار میں آیا ہے کہ ”شیطان کی گذرگاہ کو روزہ کے ذریعہ تنگ کرو“ [143]

نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”کسی آدمی نے پیٹ سے برا برتن نہیں بھرا“ [144]

اور اگر کھانے سے پیٹ بھرنے میں اللہ تعالی کے ذکر سے غفلت کو دعوت دینے کے علاوہ کوئی اور برائی نہ ہوتی [تو صرف یہی برائی کافی تھی] پس جب قلب ذکر سے تھوڑی دیر کیلئے غافل ہوجاتا ہے، تو شیطان اس پر غالب ہوجاتا ہے، اسے لالچ دلاتا ہے، اور اسے ہر وادی میں بھٹکاتا پھرتا ہے، پس بیشک نفس جب آسودہ ہوتا ہے تو حرکت کرتا ہے اور شہوتوں کے دروازوں پر چکر لگاتا ہے اور جب بھوکا رہتا ہے تو ٹھہرا رہتا ہے اور قابو میں رہتا ہے۔ [145]

اور رہا بلا وجہ ملنا جلنا تو وہ ایسی پیچیدہ بیماری ہے جو تمام برائیوں کو لانے والی ہے [فضول

میل ملاپ اور باہم ملنے جلنے نے کتنی ہی نعمتوں سے محروم کیا ہے، اور کتنی ہی دشمنی کے بیج بوئے ہیں، اور کتنے ہی دل میں درد کے پودے لگائے ہیں۔

پس فضول ملنا جلنا دنیا و آخرت میں خسارے (کا باعث) ہے، بندہ کیلئے چاہئے کہ ملنا جلنا ضرورت کے مطابق رکھے [146] اور لوگوں کو اس معاملہ میں چار قسم پر رکھے، اگر ان میں سے ایک قسم دوسرے سے گڈ مڈ ہوئی، اور بندہ نے ان دونوں کے درمیان تفریق نہیں کی، تو برائی کی آمد اس پر شروع ہوگئی [147]

١۔ ان میں سے **پہلی قسم** ایسے شخص کی ہے جس سے ملنا جلنا غذا کی طرح ہے، جس سے دن رات میں چارہ نہیں، پس جب بندہ ایسے شخص سے اپنی ضرورت پوری کرلے تو ملنا جلنا چھوڑ دے، پھر جب اس سے ملنے کی حاجت ہو تو ملے، اسی طرح کا معاملہ برابر رکھے [لوگوں میں سے] یہ قسم سرخ ماچس [148] سے بھی زیادہ کم ہے، اور وہ اللہ تعالی کی اور اس کے احکام کی معرفت رکھنے والے اور اللہ کے دشمن کی سازشوں، دلوں کے امراض اور ان کے علاج [کے طریقوں کے جاننے والے ہیں] [یہ وہ لوگ ہیں] جو اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کی مخلوق کو نصیحت کرنے والے ہیں، پس یہ قسم ایسی ہے جن سے تال میل سراسر نفع بخش ہے۔

٢۔ **دوسری قسم** ایسے لوگوں کی ہے جن سے میل جول دوا کی طرح ہے، جس کی ضرورت آپ کو بیماری کے وقت ہوتی ہے [149] پس جب تک آپ صحت مند ہوں آپ کو ایسے لوگوں سے میل ملاپ رکھنے کی ضرورت نہیں، اور وہ ایسے لوگ ہیں جن سے معاشی مصالح اور قسم قسم کے معاملات، ساجھے داری اور مشورہ میں آپ کو اپنی ضرورت کو پورا کرنے میں ان سے استغنا نہیں۔

٣۔ **تیسری قسم** [ایسے لوگوں کی ہے] جن سے میل جول مرض۔ جو اپنی انواع اور قوت وضعف کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کی طرح ہے پس ان میں سے ایسا شخص بھی ہے جس سے میل جول پیچیدہ بیماری کی طرح ہے، وہ ایسا شخص ہے جس سے آپ دین دنیا کسی میں نفع حاصل نہیں کر سکتے، اسی کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ آپ کے دین اور دنیا یا ان میں سے کسی ایک کا خسارہ ہو، پس ایسا

شخص جب اس سے تال میل مستحکم اور برابر ہوتو وہ خوفناک اور جان لیوا بیماری ہے۔

☆ان میں سے ایک ایسا شخص بھی ہے جس سے اختلاط دانت کے درد جیسا ہے پس اگر آپ سے بیمار دانت جدا ہوجائے تو درد رک جاتا ہے۔

☆ان میں سے ایک ایسا شخص بھی ہے جس سے اختلاط چوتھیا [چار دن پر آنے والا] بخار ہے، اور وہ ایسا بھاری بھر کم مبغوض ہے، جو نہ تو اچھی طرح سے بات کرسکتا ہے، تاکہ آپ کو فائدہ پہونچائے، اور نہ ہی اچھی طرح سے خاموش رہ سکتا ہے تاکہ آپ سے فائدہ اٹھائیں، وہ خود اپنی ذات کو نہیں پہچانتا تاکہ اسے اپنے مرتبہ اور مقام پر رکھے [150] بلکہ اگر وہ بات کرے تو اس کی بات خوشنما ہونے کے باوجود لاٹھی کی طرح سامعین کے دلوں پر گرے، اور اگر خاموش ہوتو بھاری چکی کے آدھے پاٹ سے بھاری ہوجس کو اٹھایا نہ جاسکے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ [151] کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: میرے بغل میں کوئی بھاری آدمی نہیں بیٹھا مگر میں نے اس جانب کو جدھر وہ ہے دوسرے جانب سے بہت زیادہ بھاری پایا [152]

[حافظ ابن القیم فرماتے ہیں] اور میں نے ایک دن اپنے شیخ [153] قدس اللہ روحہ کے پاس اس قسم کا ایک آدمی دیکھا، اور شیخ اسے برداشت کئے ہوئے تھے، حالانکہ قوی اس کے برداشت کرنے سے تھک چکے تھے، چنانچہ شیخ میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا: بھدے کی مجالست چوتھیا بخار ہے، پھر فرمایا: لیکن ہماری طبیعتیں برداشت کی عادی ہوچکی ہیں، پس ان کیلئے عادت ہوگئی ہے، یا اسی جیسا کوئی جملہ ارشاد فرمایا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر مخالف کی رسم وراہ چوتھیا بخار ہے، اور بندہ پر دنیاوی بدقسمتی یہ ہے کہ اس قسم میں سے کسی ایک سے مبتلا کیا جاوے، اور اس کیلئے اس کی معاشرت اور اختلاط سے چارہ کار نہ ہو، پس اس کو چاہئے کہ ایسے شخص کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے کشادگی اور نکلنے کا راستہ بنادیں۔

۴۔چوتھی قسم ایسے شخص کی ہے جس سے اختلاط ہلاکت ہے اور اس سے ملنا جلنا زہر کھانے

کے مساوی ہے، پس اگر اس کے کھانے والے کو تریاق نصیب ہوتو فبہا ورنہ اللہ تعالیٰ اس کی تعزیت میں بہتری فرمائیں، اور لوگوں میں ان جیسوں کی کیا ہی کثرت ہے! اللہ تعالیٰ ان کو نہ بڑھائیں، وہ لوگ اہل بدعت وضلالت ہیں، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے روکنے والے ہیں اس کی مخالفت کی طرف بلانے والے ہیں، پس یہ لوگ بدعت کو سنت اور سنت کو بدعت بناتے ہیں، اگر آپ توحید کو خالص کریں تو کہیں کہ تم نے اولیا اور صالحین کی تنقیص کی، اور اگر آپ خالص رسول اللہ ﷺ کی متابعت کریں تو کہیں کہ تم نے ائمہ متبوعین کو بیکار کردیا، اور اگر آپ اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے متصف کریں جن سے خود اس نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے یا اس کے رسول ﷺ نے متصف کیا ہے تو کہیں گے کہ تم تشبیہ دینے والے ہو، اور اگر آپ بھلائی میں سے ان کاموں کا حکم کریں جن کا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے، یا برائی سے روکیں تو کہیں کہ تم فتنہ پردازوں میں سے ہو، اور اگر آپ کی سنت کی پیروی کریں اور ان باتوں کو چھوڑ دیں جو اس کی مخالف ہوں تو کہیں کہ تم شبہ میں ڈالنے والے ہو [154] اور اگر آپ جس بات پر قائم ہیں اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی کریں تو آپ اللہ کے نزدیک خسارے والوں میں سے ہوں، اور ان کے نزدیک منافقوں میں سے ہوں [155]

پس اچھی طرح ہوشیار رہیں، پوری دانائی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی مرضیات کو تلاش کریں، ایسے لوگوں سے ناراض ہونے اور ان کی مذمت یا بغض کی پرواہ نہ کریں، اس لئے کہ یہ عین کمال ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

وَإِذَا أَتَتْکَ مَذَمَّتِيْ مِنْ نَاقِصٍ ★ فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِيْ بِأَنِّيْ فَاضِلِ [156]

اور اگر میری مذمت آپ کو کسی ناقص کی طرف سے پہونچے تو یہی اس بات کی شہادت ہے کہ میں فاضل ہوں۔

اور دوسرے شاعر نے کہا ہے:

لَقَدْ زَادَنِيْ حُبًّا لِنَفْسِيْ أَنَّنِيْ ★ بَغِيْضٌ إِلَى كُلِّ امْرِئٍ غَيْرِ طَائِلِ [157]

مجھے میری ذات سے محبت کو اس بات نے بڑھا دیا ہے۔ کہ میں ہر گھٹیا انسان کے نزدیک مبغوض ہوں۔

پس جس شخص نے دل کے نگہبان اور دربان کو، ان چاروں مداخل جو دنیاوی مصائب کی اصل ہیں اور وہ: فضول دیکھنا، بلا وجہ بات کرنا، کثرت سے کھانا، بلا وجہ میل جول رکھنا۔ ان

سے بیدار رکھا، اور ہمارے ذکر کئے ہوئے نو [158] اسباب کو استعمال کیا، جن کے ذریعہ شیطان سے حفاظت چاہی جاتی ہے۔ تو توفیق الٰہی سے اس نے اپنا حصہ لے لیا، اور اپنے آپ کو جہنم کے دروازہ کو بند کر کے رحمت کا دروازہ کھول لیا، اور قریب ہے کہ موت کے وقت اس دوا کے انجام کی تعریف کرے، پس موت کے وقت پرہیزگار بندہ تعریف کرتا ہے، اور ''صبح کے وقت قوم رات کے مسافر کی تعریف کرتی ہے [159]''

اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں، ان کے علاوہ نہ کوئی رب ہے اور نہ کوئی معبود۔

دونوں سورتوں پر کلام ختم ہوا [160] تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو دونوں جہان کا رب ہے۔ وصلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

حواشی

(۱) اغاثۃ اللہفان: ۱/۲۰۱

(۲) یعنی جن باتوں پر وہ سورت مشتمل ہے جس کی تفسیر شیخ نے اس سے قبل کی ہے۔

(۳) پہلی تینوں کتابیں ''بسیط''، ''وسیط'' اور ''وجیز''، فنّ تفسیر میں امام واحدی کی ہیں، پہلے 'بسیط' لکھی پھر اس کی تلخیص 'وسیط' کے نام سے لکھی پھر اس کی تلخیص 'وجیز' کے نام سے تحریر کی۔

دوسری تینوں کتابیں فن حدیث میں امام طبرانی کی ہیں، پہلے انہوں نے معجم طبرانی کبیر لکھی پھر اس سے مختصر اوسط لکھی، پھر اس سے مختصر صغیر لکھی [ازمترجم]

(۴) مقدمہ تفسیر سورۃ الفلق، تالیف: شیخ محمد بن عبدالوہاب، صفحہ: ۶

(۵) یہ سورت معوذتین میں سے ہے، اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب

بیمار ہوتے تو معوذتین پڑھکر اپنے اوپر دم کرتے، جب آپ کی بیماری بڑھ جاتی تو میں آپ پر پڑھتی تھی، اور آپ کے دست مبارک کو برکت کی امید سے آپ پر پھرا دیتی تھی، امام بخاری نے [اس حدیث کی روایت کی ہے، صحیح بخاری: ۶/۱۰۵، ۱۰۶]

۲۔ ان ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث ہے، اس کو بھی امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رات جب بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں [قل ہواللہ احد] [قل اعوذ برب الفلق] اور [قل اعوذ برب الناس] پڑھکر پھونکتے، پھر ان دونوں ہتھیلیوں سے بدن کے جس حصے تک پہونچ سکتی تھیں پونچھتے، سر چہرہ اور بدن کے اگلے حصے سے شروع فرماتے، ایسا تین مرتبہ کیا کرتے تھے [صحیح بخاری: ۶/۱۰۶]

۳۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کچھ آتیں رات مجھ پر نازل کی گئی ہیں، ان جیسی میں نے نہیں دیکھیں [قل اعوذ برب الفلق] اور [قل اعوذ برب الناس] اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کی ہے، صحیح مسلم: ۱/۵۵۸]

غور کیجئے: یہاں استعاذہ سے قبل ''قل'' ضروری ہے، اگر آپ کہیں کہ مناسب تو یہ کہ پناہ مانگنے والا بغیر لفظ ''قل'' کے [اعوذ برب الفلق] اور [اعوذ برب الناس] کہے؟

تو میرا جواب یہ ہے کہ: پناہ مانگنے والے کا مقصد قرآن اور استعاذہ کو جمع کرنا ہے، اب اگر لفظ ''قل'' کو اس نے حذف کر دیا، تو صرف استعاذہ بچا اور ''قل'' لانے میں استعاذہ اور قرآن دونوں جمع ہوا، پس مقصود ان دونوں سورتوں کے ذریعہ پناہ مانگنا ہے، جن میں استعاذہ کا ذکر ہے، اس حیثیت سے کہ یہ دونوں سورتیں اللہ کا بزرگ کلام ہیں، اور سورت [قل اعوذ۔۔۔] آخر سورت تک کے مجموعے کا نام ہے، اور بغیر ''قل'' کے سورت کا بعض حصہ ہے، مقصود صرف ان کلمات کا کہنا نہیں ہے کیوں کہ قرآنی ترتیب اگر تبدیل کر دیا جائے تو شاید فائدہ بھی نہ دے، باوجودیکہ] پڑھنے والے نے] ان تمام کلمات کو ادا کیا۔ واللہ اعلم] جامع البیان فی تفسیر القرآن مؤلفہ ایجی: ۲/۴۴۵، ۴۴۶]

(۶) یعنی جن باتوں پر وہ سورت یعنی ''سورۃ الفلق''، مشتمل ہے جس کی تفسیر شیخ نے اس سے قبل کی ہے۔

(۷) ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ سورت بھی:

۱۔ نفس استعاذہ [اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم]

۲۔ جس کے ذریعہ پناہ مانگی جائے] یعنی اللہ تعالی]

۳۔جس سے پناہ مانگی جائے]یعنی شیطان رجیم [پر مشتمل ہے۔

لیکن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالی نے]ابن القیم رحمہ اللہ تعالی کے کلام [نفس استعاذہ کو مستعیذ [استعاذہ کرنے والے] سے بدل دیا، میرے نزدیک (واللہ اعلم) استعاذہ زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔

(۸) شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالی سورہ فاتحہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ''الوہیت، ربوبیت اور مالکیت تین اہم صفات کا تذکرہ قرآن کی سب سے اولین، سورت یعنی سورہ فاتحہ میں ہے، اوران ہی صفات کا قرآن کی سب سے آخری سورت ''سورہ الناس'' میں بھی ذکر ہے۔]قل اعوذ برب الناس، ملک الناس۔ الہ الناس] یہ اللہ تعالی کی ایسی تین صفات ہیں جو ایک ساتھ قرآن کی سب سے پہلی اور سب سے آخری سورت میں بیان کی گئی ہیں، قرآن میں اس طرح ان صفات کا ایک ساتھ جمع ہونا، انسان سے توجہ کا مطالبہ کررہا ہے اور انسانی سماعت کو دستک دے رہا ہے، جو انسان اپنی خیرخواہی کا متمنی ہو اس کے لئے یہ موضوع بڑا اہم ہے، یہ پہلو اسے سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کرنے کی دعوت دے رہا ہے، وہ جوں جوں اس پہلو پر غور کریگا کہ یہ تینوں صفات الہیہ ایک ساتھ قرآن کی سب سے پہلی اور سب سے آخری سورت میں کیوں بیان کی گئی ہیں؟ تو اس کے سامنے یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ اس علیم وخبیر کی منشاء یہ ہے کہ اس کے بندے ان صفات کا شعور حاصل کریں، اوران کے باہمی فرق سے بھی آگاہ ہوں، یہ شعور آگہی بندوں کے لئے نہایت ضروری ہے، کیوں کہ ان میں سے ہر صفت کا معنی ایک دوسرے سے مختلف ہے [تفسیر سورہ فاتحہ مترجم:]۳۵

محقق کتاب کہتے ہیں: اس معنی کی مزید تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل نے ان تینوں معانی کو قرآن پاک میں مختلف مقامات پر ایک جگہ جمع کردیا ہے، ان میں سے [مثلا [اللہ تعالی کا یہ ارشاد:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ [سورۃ المؤمنون] سو اللہ تعالی بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، عرش عظیم کا مالک ہے۔

اور اللہ تعالی کا یہ ارشاد:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ [سورۃ الزمر:۶] یہ ہے اللہ تمہارا رب، اس کی سلطنت ہے، اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، سو تم کہاں پھرے چلے جارہے ہو۔

(۹) جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ تعالی نے دعاء کے باب میں ذکر کیا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالی سے اس کے ہر

اس نام سے سوال کیا جائے جو موقع کے مناسب ہو [ملاحظہ کریں تفسیر سورۃ الفلق] یعنی جیسے اے روزی دینے والے مجھے روزی دے، اے ہدایت دینے والے مجھے ہدایت دے، جیسا کہ اس بات کو مؤلف نے وہاں ثابت کیا تھا یہاں فرمارہے ہیں کہ پناہ مانگنے میں بھی جس چیز سے پناہ مانگی جارہی ہو اور جس سے پناہ مانگی ہو دونوں کے ناموں میں مناسبت ضروری ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ان دونوں سورتوں میں یعنی سورۃ الفلق، اور سورۃ الناس میں اپنے آپ کو جن اوصاف سے متصف کیا ہے ضروری ہے کہ مطلوبہ استعاذہ کے مناسب ہو، جس چیز کے شر سے پناہ مانگی جارہی ہے اس کے شر کا دفاع یہی سب سے بڑی اور کھلی ہوئی مناسب معلوم ہوتی ہے، پھر فرماتے ہیں کہ پس ضروری ہوا کہ جس نام کے ذریعہ استعاذہ کیا جارہا ہو وہ مطلوب کے مطابق ہو اور مطلوب شر کا دفاع اور اس کا اٹھالینا ہے [تفسیر المعوذتین:]۲۳

(۱۰) یہاں جس بات سے پناہ مانگی جائے یعنی وسوسے کا دفاع اور جس نام کے ذریعہ پناہ مانگی جائے دونوں میں مناسبت کا بیان ہے۔

(۱۱) ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رب کے معنی ہیں مربی، خالق، روزی دینے والا، مددگار، ہدایت دینے والا [فتاوی شیخ الاسلام: ۱۴/]۱۳

شیخ عبدالرحمن بن حسن فرماتے ہیں: توحید ربوبیت نام ہے اس بات کے علم اور اقرار کا کہ اللہ تعالی ہی ہر چیز کا رب و مالک ہے، اور وہی اپنی جملہ مخلوقات کے کاموں کا مدبر ہے]چند رسائل:]۸۴

(۱۲) ربوبیت کے مذکورہ معنی پر شامل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پیدا کرنا، روزی دینا، ہدایت دینا، تربیت کرنا، اصلاح وتدبیر کرنا وغیرہ میں سے ہر ایک صفت کسی نہ کسی بات کی متقاضی ہے، مثلا پیدا کرنا اس کا تقاضا یہ ہے کہ پیدا کرنے والا قادر ہو، تربیت اور تدبیر، رحمت اور عمومی حالات سے باخبر ہونے نیز دعاء کے قبول کرنے اور مصیبت کو دور کرنے کے متقاضی ہیں، ان باتوں پر غور کرنے سے ربوبیت متحقق ہوتی ہے۔

(۱۳) ملاحظہ فرمائیں مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۳. ۱۱۴

(۱۴) شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالی سورہ فاتحہ کی تفسیر صفحہ ۱۲ فرماتے ہیں:

الہ یعنی معبود ہونا تو اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ [سورۃ الانعام:۲] اور یہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔

توحید الوہیت اللہ تعالیٰ کو عبادت میں اکیلا ماننے کو کہتے ہیں، توحید کی اس قسم کو توحید عبادت بھی کہتے ہیں، یعنی بندے کا اپنے فعل سے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا.

☆اور توحید ربوبیت اللہ تعالیٰ کو اس کے فعل سے ایک جاننے کو کہتے ہیں، توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کے درمیان تعلق اس طرح کا ہے کہ توحید ربوبیت توحید الوہیت کو مستلزم ہے، اور توحید الوہیت توحید ربوبیت کو مستلزم ہے، اس کی تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار اور اس بات کا اقرار کہ وہی خالق، رازق، مدبر ہے اس بات کو واجب کرتا ہے کہ صرف اسی کی بلاشرکت غیرے عبادت کی جائے، یہی توحید الوہیت ہے.

پس جس شخص نے صرف اللہ کی بلا کسی کو شریک ٹھہرائے عبادت کی تو ضروری ہے کہ اس نے اس بات کا اعتقاد رکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے خالق، رازق، مدبر، مربی، ہادی ہیں، یہ توحید ربوبیت ہے، ربوبیت اور الوہیت کا جب ایک ساتھ ذکر کیا جائے تو معنی کے اعتبار سے الگ الگ ہو جاتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کا معنی خاص ہو جاتا ہے، جس کی طرف ہم نے ابھی اشارہ کیا، اور کبھی کبھی ربوبیت بولی جاتی ہے اور اس سے مراد الوہیت ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

اَلَّذِيْنَ أُخْرِجُوْ مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّآ أَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ [سورۃ الحج:] ۴۰

جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے.

یعنی ہمارے معبود اللہ تعالیٰ ہیں.

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں:

قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِيْ رَبًّا [سورۃ الانعام:] ۱۶۴

آپ فرما دیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کیلئے تلاش کروں.

مراد الوہیت ہے یعنی کوئی معبود۔

نیز مثلاً اللہ تعالیٰ کے ارشاد

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا [سورہ فصلت:] ۳۰

جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر مستقیم رہے.

میں بھی مراد الوہیت ہے یعنی ہمارا معبود اللہ تعالیٰ ہے.

توحید الوہیت وہ توحید ہے جس کی طرف انبیاء نے دعوت دی ہے، اسلئے کہ توحید ربوبیت کا اقرار تو تمام لوگ [مسلم و کافر] کرتے ہیں، شاید ہی کوئی ایسا ہو جو اس توحید کا اقرار نہ کرتا ہو، جیسا کہ اس کا بیان انشاء اللہ آئے گا.

یہاں اس بات کی وضاحت مناسب ہے کہ علماء کرام اور صوفیاء کی ایک جماعت نے اس توحید کی تعریف میں [جس کو قرآن نے بیان کیا اور جس کی طرف رسولوں نے لوگوں کو بلایا] غلطی کی ہے، چنانچہ ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ توحید صرف اللہ کے خالق، مدبر ہونے کے اقرار کا نام ہے، پس جس نے اس کا اقرار کر لیا وہ ان کے نزدیک مسلمان ہو گیا، چنانچہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ توحید نام ہے اللہ تعالیٰ کے اقرار نیز اسی کے خالق و رازق ہونے کے اقرار کا، پھر یہ لوگ توحید ربوبیت کے دلائل پیش کرتے ہیں.

ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں: اور یہ بات معلوم ہے کہ [توحید میں صرف ان باتوں کا ثابت کرنا] یہ وہی باتیں ہیں جن کا مشرکین نے توحید میں سے اقرار کیا تھا، اور صرف توحید سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا چہ جائیکہ اللہ کا ولی یا سادات اولیاء میں سے ہو، اہل تصوف و معرفت کی ایک جماعت اس توحید کے اقرار کے ساتھ ساتھ صفات ثابت کرتی ہے، اور توحید ربوبیت میں۔ خالقِ عالم کے اثبات اور اس کے اپنی مخلوقات سے الگ ہونے کے اقرار کے ساتھ۔ فنا ہو جاتی ہے۔

اور کچھ دوسرے لوگ مذکورہ باتوں کے ساتھ صفات کے انکار کو ملا لیتے ہیں، چنانچہ ان باتوں کے ساتھ تعطیل میں داخل ہو جاتے ہیں، اور یہ حالت بہت سے مشرکین کی حالت سے بدتر ہے.

ابن تیمیہؒ نے یہاں تک کہا کہ: پس مشرک کا اس بات کا اقرار کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب، اس کا خالق و مالک ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے والا نہیں ہے، جب تک کہ اس اقرار کے ساتھ یہ اقرار بھی شامل نہ ہو کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، پس مستحق عبادت اس کے علاوہ کوئی ذات نہیں، اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جن باتوں کی خبر انہوں نے دی ہے ان کی تصدیق، اور جو حکم کئے ہیں ان کی بجا آوری واجب ہے [مجموع فتاوی: ۳/ ۱۰۲-۱۰۵]

میں نے سلسلہ کلام اس مسئلہ میں دراز کر دیا عقیدے کے باب میں اس کی اہمیت نیز اس مسئلہ سے بہت سے لوگوں کی ناواقفیت کی بنا پر ایسا ہوا، مذکورہ باتوں کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت کا سورۃ الناس کی دو آیتوں ''رب الناس'' ''الہ الناس'' سے متعلق ہونا ظاہر ہے [ملاحظہ کریں شرح العقیدہ الطحاویۃ: ۱/ ۳۶-۳۷] [نیز الارشاد الی صحیح الاعتقاد مؤلفہ ڈاکٹر صالح الفوزان: ۲۳-۲۵]

(۱۵) اس جملے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ توحید ربوبیت، توحید الوہیت کو مستلزم ہے.

(۱۶) شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ''کلمہ توحید'' کی تفسیر میں مشرکین کے توحید ربوبیت کے اقرار کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وہ کفار جن سے رسول اللہ ﷺ نے قتال کیا، اور ان کو قتل کیا، ان کے مال کو لیا، ان کی عورتوں کو حلال جانا، وہ سب اللہ سبحانہ کیلئے توحید ربوبیت کے اقرار کرنے

والے تھے، یعنی اس بات کے کہ اللہ تعالی کے علاوہ خالق، رازق، مارنے، جلانے اور کاموں کی تدبیر کرنے والا کوئی نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ أَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ [سورہ یونس:]۳۱

آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین میں رزق پہونچاتا ہے، یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے، اور وہ کون ہے جو جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے، اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے، سو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ.

(۱۷) محقق کتاب کہتے ہیں: مجھ پر [قل اعوذ برب الناس، ملک الناس، الہ الناس] سے دلیل پکڑنے کی بات واضح نہیں ہوئی، ہاں مفسر کے حالیہ کلام [پس جیسا کہ وہ بندوں کا اکیلا رب ہے، پس اس طرح وہ ان کا معبود والہ ہے] میں حجت پکڑنا وارد ہوا ہے.

ہاں اگر مفسر اس صورت کا قصد کر رہے ہوں جو انہوں نے تینوں صفات: ربوبیت، مالکیت، الوہیت کی ترتیب میں ذکر کیا ہے کہ ربوبیت مالکیت کو مستلزم ہے، اور مالکیت الوہیت کو مستلزم ہے، جیسا کہ آئندہ اس کا بیان آنے والا ہے، جس طریقے کی طرف مفسر نے اشارہ کیا ہے اسے ''قیاس تمثیلی'' کہتے ہیں، وہ قرآنی استدلال کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ کسی معاملہ کو جس کا دعوی کیا جائے اسے کسی ایسے معاملے پر قیاس کیا جائے جو مخاطب کے نزدیک مقصود ہو، اور وہ اس کا معترف ہو، جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِىَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِىْٓ أَنْشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ [سورہ یٰس:۷۸۔]۷۹

اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا، کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں کون زندہ کرے گا؟ آپ جواب دیجئے کہ ان کو زندہ کریگا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا، اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے.

[ملاحظہ فرمائیں مناہج الجدل فی القرآن ڈاکٹر زاہر الالمعی صفحہ ۷۲]

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے بندے کی تخلیق جس کا خود بندہ معترف ہے کہ ہم معدوم تھے، اللہ نے ہمیں پیدا کیا، اس سے اللہ تعالی استدلال فرما رہے ہیں کہ جب تم اس کے معترف ہو تو اس بات

کے کیسے منکر ہو گئے کہ ہم دوبارہ تمہیں تمہارے مرنے کے بعد اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ نہیں کر سکتے [از مترجم]

(۱۸) یہ باتیں جن کا ذکر مفسر نے عبادات کی قسموں میں کیا ہے، ان میں سے کسی ایک کا اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کیلئے کرنا جائز نہیں، ان امور میں سے کسی نے کسی کام کو اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کے لئے کیا تو وہ مشرک وکافر ہے، دعاء صرف اللہ تعالی سے کی جائے اس کی دلیل یہ ہے:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَإِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ إِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ [سورة المؤمنون:]۱۱۷

اور جو شخص کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے، کہ جب اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں ہو، اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہوگا، یقینا کافروں کو فلاح نہ ہوگی.

(۱۹) یعنی 'الناس' کو اپنے اس ارشاد میں ''رب الناس، ملک الناس، الہ الناس'' میں.

(۲۰) یعنی اس مناسبت کے پیش نظر جسے تینوں نسبتوں میں بیان کیا.

(۲۱) یہاں اضمار (پوشیدہ کرنا) کی جگہ اظہار سے مراد اللہ تعالی کا ارشاد ''ملک الناس''، الہ الناس'' ہے یہاں اللہ تعالی نے ''ان کے مالک'' اور ''ان کے معبود'' کے بجائے ''لوگوں کے مالک''، ''لوگوں کے معبود'' کا ذکر کیا ہے.

اس کی وجہ ذکر کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ: اللہ تعالی کے علاوہ بھی کبھی کسی کو رب کہا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کے ارشاد میں وارد ہوا ہے.

اِتَّخَذُوْٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ [سورة التوبة:۳۱]

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو رب بنا رکھا ہے.

اور یوسف علیہ السلام کے اس فرمان میں ہے جو انہوں نے اپنے ساتھی سے جیل میں کہا تھا:

اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ [سورة یوسف:۴۲]

اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا۔

اور ان ہی کے فرمان میں ہے:

اِرْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ [سورة یوسف:۵۰]

تو اپنے سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے.

پس جب کہ یہ وصف یعنی ''رب'' اللہ تعالی کے علاوہ کو بھی محتمل تھا اس لئے اپنے اس قول ''ملک الناس'' سے اس کی وضاحت کردی [کہ تمام لوگوں کا مالک] تا کہ کسی دوسرے کا احتمال باقی نہ رہے.

اور جب مالک ہونے کے بارے میں یہ مسئلہ تھا کہ وہ معبود ہو یا نہ ہو تو اسکی وضاحت ''الہ

الناس'' سے کردی پس معبود ہونا اللہ سبحانہ وتعالی کے ساتھ خاص ہے۔

(۲۲) یعنی واو کے اضافے کے ساتھ رب الناس وملک الناس، واله الناس نہیں کہا۔

قزوینی کہتے ہیں کہ عطف، معطوف ومعطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے[الایضاح: ۱۵۳
]

زرکشی کہتے ہیں: عطف میں اصل مغایرت ہے اور کبھی کبھی تاکید کے مقام میں کسی چیز کو اس پر عطف کیا جاتا ہے[البرہان: ۴/ ۱۱۳]

ابن القیم رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک صفات کے عطف میں تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں: صفات کا ذکر اگر شمار کے مقام میں ہو تو کبھی آپس میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کے سبب ان کے درمیان حرف عطف آتا ہے، اور کبھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ یہاں مراد ہر صفت کا اکیلے ذکر کرنا ہے، اور کبھی کبھی دو صفتوں کے درمیان حرف عطف نہیں آتا، کیوں کہ موصوف باہم ایک دوسرے کو متلازم ہوتے ہیں، اور کبھی حرف عطف کا چھوڑنا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے بھی ہوتا ہے کہ یہ سب صفتیں ایک دوسرے سے ایسی ملی ہوئی ہیں کہ ایک ہی صفت معلوم ہوتی ہیں۔

اور کبھی ان صفتوں میں بعض کے درمیان حرف عطف آتا ہے اور بعض کے درمیان محذوف ہوتا ہے جیسا ان دونوں جگہوں کا تقاضا ہو اور اگر مقام تعدد صفات کا متقاضی ہو جمع اور افراد سے قطع نظر تو حرف عطف کا ساقط کر دینا اچھا ہوتا ہے۔ نیز اگر صفات کے درمیان جمع کا ارادہ کیا جائے، یا اس بات پر تنبیہ کا ارادہ ہو کہ صفات کے درمیان تغایر ہے تو اس وقت حرف عطف کا داخل کرنا عمدہ ہوتا ہے۔

پھر ابن القیم رحمہ اللہ علیہ نے اپنے مذکورہ قاعدہ پر مثالیں ذکر کی ہیں پھر فرماتے ہیں: جس قدر صفات کے درمیان تغایر واضح ہوگا، عطف کرنا اسی کے مطابق عمدہ ہوگا'' [بدائع الفوائد ۳/ ۵۲۔ ۵۳/ نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ نے مجموع الفتاوی: ۷/ ۱۷۲ میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں]

(۲۳) بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ پس جس نے اس کی عبادت نہیں کی، اور اس کو ایک نہیں سمجھا تو اس نے اللہ کو معبود نہیں بنایا، اس لئے کہ اللہ تعالی تمام لوگوں کے رب ہیں جس نے اس کی عبادت کی اس کے تو ہیں ہی، جس نے اس کی عبادت نہیں کی اس کے بھی، لیکن جس نے اس کی عبادت نہیں کی اس نے اس کو معبود نہیں بنایا، اگرچہ وہ پاک ذات اس کی بھی معبود ہے، اس کا بھی اس پاک ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جیسا کہ مؤلف اس کے بعد فرماتے ہیں۔

(۲۴) جیسا کہ اللہ تعالی ہود علیہ السلام کی قوم کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ [سورۃ ہود:]۵۳ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود: آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش کی نہیں، اور ہم آپ کے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں نہیں۔

اور ان کے قوم کی بات نقل کرتے ہوئے اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ [سورۃ ہود:]۵۴ ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔

اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی بات نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا [سورۃ الانبیاء:]۵۹ کہنے لگے یہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا۔

اور مشرکین کا قول نقل فرمایا:

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا [سورۃ الفرقان:]۴۲ اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا۔

(۲۵) مفسر ایجی رحمہ اللہ نے اس ترتیب ونظام کی ایک اور وجہ ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں: وہ (یعنی رب الناس، ملک الناس، اله الناس) صفات کمال میں ترقی کے قبیل سے ہے، پس ملک رب سے اعلی ہے، کیوں کہ ہر ملک رب اور مالک ہوتا ہے اور بالکل اس کا الٹا نہیں ہوتا، پھر اله (معبود) جو کہ اعلی ہے اور اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے، اس کو بیان کا انتہائی درجہ رکھا] جامع البیان فی تفسیر القرآن: ۲/ ۴۴۵]

(۲۶) کیونکہ یہ تینوں صفات: ربوبیت، مالکیت، الوہیت ارکان ایمان پر مشتمل ہیں۔

(۲۷) مؤلف رحمہ اللہ علیہ چند سطور کے بعد ان اسماء رب، ملک، اله کے اسمائے حسنی کو شامل ہونے کی وجہ بیان کریں گے۔

(۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بیشک اللہ تعالی کے ننانوے نام ہیں، سو سے ایک کم، جس نے ان کو شمار کیا جنت میں داخل ہوگا'' [صحیح بخاری: ۸/ ۱۶۹ کتاب التوحید، صحیح مسلم، صفحہ نمبر ۲۰۶۳ حدیث نمبر ۲۶۷۷/ امام ترمذی نے بھی اپنی سنن میں روایت کی ہے جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۵۳۰/ حدیث نمبر ۳۵۰۷]

ترمذی میں ناموں کو شمار کرانے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، بہت سی روایات اس حدیث کے علاوہ جن کی سندیں صحیح ہیں ان میں سے کسی میں ''میرے علم کے مطابق'' ناموں کا ذکر نہیں ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ اپنی تفسیر: ۲/۲۸۸۔۲۸۹ میں فرماتے ہیں کہ: محدثین کی ایک جماعت نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس حدیث میں ناموں کی فہرست راویوں کی طرف سے داخل کی گئی ہے، راویوں نے اسے قرآن سے جمع کیا ہے پھر فرماتے ہیں: پھر یہ جان لینا چاہئے کہ اسمائے حسنی ننانوے میں منحصر نہیں ہیں.

ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ننانوے ناموں کے تعیین میں کوئی صحیح حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد نہیں ہوئی ہے] مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۲۲/ ۴۸۲]

نیز ترمذی اور ابن ماجہ میں ناموں کی جو فہرست وارد ہوئی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں: حدیث کی معرفت رکھنے والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ دونوں روایتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں سے نہیں ہیں، بلکہ ان دونوں میں سے ہر ایک بعض سلف کے کلام میں سے ہے.

اور فرماتے ہیں: ''پس جس بات پر جمہور علماء کا اتفاق ہے وہ یہ کہ اللہ تعالی کے ننانوے سے زیادہ نام ہیں'' اور اس کے لئے انہوں نے ایک مثال دی ہے جیسے کہنے والا یوں کہے کہ ''میرے پاس سو غلام ہیں جن کو میں نے آزاد کرنے کیلئے تیار کئے ہیں اور ایک ہزار درہم ہیں جن کو میں نے حج کے لئے تیار رکھا ہے'' [یہاں کہنے والے نے یہ نہیں کہا کہ میرے پاس صرف سو ہی غلام ہیں، یا ایک ہزار ہی درہم ہیں، بلکہ اس نے یوں کہا ہے کہ میرے پاس سو غلام ہیں جن کو میں نے آزاد کرنے کے لئے تیار رکھے ہیں، اس لئے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے پاس ان کے علاوہ غلام یا درہم نہ ہوں، از مترجم] یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ اللہ تعالی کے ننانوے ہی نام ہیں] مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۶/ ۳۷۹۔ ۳۸۱] میں نے اس مسئلے میں سلسلہ کلام اس لئے دراز کیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسمائے حسنی ننانوے میں محصور ہیں.

(۲۹) اللہ تعالی کے اسمائے حسنی اور اس کی بلند صفات کے بارے میں چند اہم اصول ہیں، جن کی اہمیت کے پیش نظر مختصر طور پر اشارہ کر دینا مناسب ہے:

۱۔ اللہ تعالی کے تمام نام اچھے ہیں اسلئے کہ وہ ایسی صفات کو متضمن ہوتے ہیں جو کامل ہوں ان میں کسی طرح کا نقص نہ ہو.

۲۔ اللہ تعالی کے لئے کسی نام کا ثابت ہونا اس صفت کے ثابت ہونے کو مستلزم ہے جس پر وہ نام مشتمل ہے، پس ''سمیع'' [بہت زیادہ سننے والا] اس میں سننے کی صفت کا اللہ تعالی کیلئے اثبات ہے، اور ''حی'' [زندہ رہنے والا یہ بھی اللہ تعالی کے ناموں میں سے ہے، اس سے صفت حیات ثابت ہوتی ہے، اسی طرح سے بقیہ اسماء ہیں، البتہ اللہ تعالی کے لئے کسی صفت کے ثبوت سے نام کا ثبوت لازم نہیں آتا، مثلاً اللہ تعالی کی صفات میں سے ''المجئ''، الآخذ''، ''البطش''، ''الامساک'' وغیرہ ہیں،

ان صفات کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اللہ تعالی کا نام ان صفات سے رکھیں، اور ان کو اللہ تعالی کے اسماء میں شمار کریں اور یوں کہیں کہ اللہ کے ناموں میں سے ''الجائی''، الآخذ''، الممسک'' اور ''الباطش'' ہے.

۳۔ اللہ تعالی کے اسماء اور اس کی صفات توفیقی ہیں (یعنی کتاب وسنت میں جو نام آئے ہیں ان ہی پر اکتفاء کیا جائے) عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں، اس لئے کتاب وسنت میں جو کچھ آیا ہے بغیر کمی زیادتی کے اسی پر اکتفا کیا جائے.

۴۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء عدد معین میں محصور نہیں ہیں جیسا کہ اس سے قبل ہم اشارہ کر چکے ہیں، مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ کریں [القواعد المثلی فی صفات اللہ واسماءہ الحسنیٰ مؤلفہ شیخ محمد بن صالح العثیمین]

(۳۰) ''المحسن'' کے بارے میں گذشتہ قواعد کے بنا پر اللہ تعالی کے اسماء میں شمار کرنے کے سلسلہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے، باوجودیکہ ان کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں یہ نام نہیں آیا ہے، رہی احادیث تو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کی ہے، اس روایت کے بارے میں امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں شیخ محمد بن عثیمین ''المحسن'' کو اسمائے الٰہیہ میں شمار کرنے میں متردد ہیں، اور اسکی وجہ یوں بیان کی ہے کہ ہم معجم طبرانی کے راویوں سے مطلع نہیں ہیں، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسکو اسماء میں ذکر کیا ہے [القواعد المثلی صفحہ ۱۶]

(۳۱) المانع، النافع، الضار، المقدم، المؤخر ان ستائیس ناموں میں سے ہیں جن کا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے فتح الباری: ۱۱/ ۲۱۸/ ۲۱۹/ میں حدیث میں وارد شدہ ننانوے ناموں سے استثناء کیا ہے، اور ان کے بارے میں کہا ہے کہ: قرآن کریم میں بصیغۂ اسم وارد نہیں ہوئے ہیں، پھر ان ناموں کی جگہ ستائیس دوسرے نام ذکر کئے ہیں تاکہ ننانوے ایسے نام پورے کر دیں جن کا ذکر قرآن میں ہے جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے.

محقق کتاب کہتے ہیں: قرآن پاک میں ان اسماء کا بصیغۂ اسم مذکور نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اسماء میں سے نہیں ہیں، چنانچہ شیخ محمد ابن عثیمین نے اللہ تعالیٰ کے اٹھارہ ایسے نام ذکر کئے ہیں جنکا ثبوت حدیث سے ہے، ان میں سے المقدم، المؤخر ہے، انہوں نے [صحیحین بخاری و مسلم] میں ان دونوں ناموں کے وارد ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے [القواعد المثلی: ۱۶]

(۳۲) ابن القیم رحمہ اللہ علیہ نے مدارج السالکین: ۱/ ۳۲/ ۳۳/ میں اللہ کے نام کے تمام اسمائے حسنیٰ پر دلالت کرنے کی وجہ نیز اس کے تمام صفات کمال کو شامل ہونے کی وجہ بیان کی ہے، وہ فرماتے

ہیں: ''پس ''اللہ،، نام تمام اسمائے حسنیٰ اور بلند صفات پر دلالت کرتا ہے، پھر فرماتے ہیں: اور صفاتِ الٰہیہ صفاتِ کمال ہیں، جو تشبیہ و مثال اور نقائص و عیوب سے پاک ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالی اپنے تمام اسمائے حسنیٰ کی اضافت اس بڑے نام (اللہ) کی طرف کرتے ہیں [جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:]

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآئُ الْحُسْنٰی [سورۃ اعراف: ۱۸۰] اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں.

اور کہا جاتا ہے کہ رحمن، رحیم، قدوس، سلام، عزیز، حکیم، اللہ کے ناموں میں سے ہیں، یوں نہیں کہا جاتا کہ ''اللہ،، رحمن کے ناموں میں سے ہے اور نہ یوں کہا جاتا ہے کہ ''اللہ،، عزیز کے ناموں میں سے ہے وغیرہ۔

پس معلوم ہوا کہ ''اللہ'' نام تمام اسمائے حسنی کے معانی کو مستلزم ہے، اور اجمالا ان پر دلالت کرتا ہے اور اسمائے حسنی اللہ تعالی کی ان صفات کی تفصیل اور بیان ہیں جن سے ''اللہ'' نام مشتق ہوا ہے۔

نیز اللہ نام اسکے معبود اور عبادت کئے ہوئے پر دلالت کرتا ہے، جس کی مخلوق محبت اور تعظیم سے عبادت کرتی ہے، اور جس کی طرف جھکتی ہے اور ضرورتوں اور مصیبتوں کے وقت اسکی طرف بھاگتی ہے، یہ صفت اس کے کمال ربوبیت و رحمت کمال ملکیت و حمد کو شامل ہے.

اور اس کی الوہیت و ربوبیت و رحمانیت اور مالکیت تمام صفات کمال کو مستلزم ہے، اس لئے کہ ان صفات کا ایسی ذات کیلئے جو حی، سمیع، بصیر، قادر، متکلم جو چاہے کرنے والا، اپنے کاموں میں حکیم نہ ہو، اس کے لئے ثابت ہونا محال ہے.

(۳۳) یعنی اِلٰہ کے صفات کمال کے جامع ہونے اور اسکے اللہ کے ناموں میں بنیادی ہونے کیوجہ سے ہے، کیونکہ اللہ نام اسمائے حسنی کے معانی کو جامع ہے.

(۳۴) یہ سیبویہ اور ان کے اکثر اصحاب کا قول ہے، جیسا کہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر المعوذتین صفحہ ۹۶ پر درج کیا ہے، اس قول کی نسبت سیبویہ کے علاوہ کسی اور کی طرف مجھے نہیں ملی، علماء کے لفظ ''اللہ'' کی اصل کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، فیروز آبادی نے ''القاموس المحیط،، میں صفحہ ۱۶۰۳/ پر لکھا ہے کہ اس کے بارے میں علماء کے بیس قول ہیں.

محقق تفسیر کہتے ہیں کہ علماء نے لفظ اللہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے:

☆ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسم جامد ہے، معبود برحق کے سواء کسی کیلئے استعمال نہیں ہوتا، اس قول کو فیروز آبادی نے راجح قرار دیا ہے، اور ابن حیان اپنی تفسیر ''البحر المحیط،، جلد/صفحہ ۱۴/ میں فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں: کہ یہ قول خلیل، سیبویہ اور اکثر فقہاء اور اصولیین کا ہے۔ [تفسیر رازی: ۱/]. ۱۵۶

☆ ایک دوسرا قول یہ ہے کہ ''اللہ'' اسم مشتق ہے پھر اس کے مادۂ اشتقاق کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ ''لیہ،، سے مشتق ہے لاہ یلیہ جس کے معنی ہیں بلند ہوا.

☆ ایک قول یہ ہے کہ ''لوہ،، سے مشتق ہے لاہ یلوہ جس کے معنیٰ ہیں چھپ گیا پوشیدہ ہوگیا.

☆ ایک قول یہ ہے کہ ''أله،، سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ہیں پناہ لینا، اس لئے کہ مخلوق پریشانیوں کے وقت اسی کی پناہ لیتی ہے.

☆ یا اس کے معنی حیرت زدہ ہونے کے ہیں، کیونکہ مخلوق اس کی عظمت سے حیرت زدہ ہے، یا اس کے معنی ہیں عبادت کیا ہوا، اس لئے کہ وہی معبود ہے۔ یا اس کے معنی ہیں ٹھہر جانے کے [یا سکون پانے کے] اسلئے کہ مخلوق اسی کی طرف ٹھہرتی ہے، اور قلب کو اسی کے ذکر سے سکون ملتا ہے.

☆ ایک قول یہ کہ کہ ''وله،، سے مشتق ہے جس کے معنی عقل کا گم ہونا [تفسیر قرطبی: ۱/ ۱۰۲-۱۰۳] پس ذات الٰہی نے عقل کو حیرت زدہ کر رکھا ہے، اس کی صفات کی حقیقت اور معرفت کی فکر میں قول حیرت زدہ ہے۔ [ملاحظہ کریں البحر المحیط: ۱/ ۱۴-۱۵/ القاموس المحیط: ۱۶۰۳/ لسان العرب: ۱۳-۴۶۹/ اور جوہری کی الصحاح: ۶/ ۲۲۲۴]

(۳۵) یعنی ظاہری معانی سے اس سے آگے کے معانی کیلئے استدلال کرنا جیسے استنباط کرنا، نتائج اخذ کرنا [ان آیات سے جو باتیں] لازم آتی ہے [ان کا استخراج کرنا]

(۳۶) یہاں شر سے مراد وسوسہ ہے.

(۳۷) انسان کو جو برائی پہونچتی ہے وہ اس بات سے خالی نہیں کہ:

یا تو اس کے اپنے فعل و قصد اور سعی سے ہو تو اسپر اسکو سزا دی جاتی ہے اور وہ برا عیب ہے، اور یا اس کے غیر فعل سے ہو۔ جس میں اس کا دخل نہ ہو۔ اور کبھی فاعل مکلف ہوتا ہے جیسے انسان و جنات اور کبھی مکلف نہیں ہوتا جیسے کیڑے مکوڑے، آندھی، بارش، زلزلہ، بجلی وغیرہ یہ بری مصیبت ہے.

یہ دونوں سورتیں [الفلق، الناس] ان تمام شرور سے پناہ مانگنے پر مشتمل ہے، چنانچہ سورۃ ''الفلق،، مخلوق کے جملہ شرور، رات کے شر، جادو کرنے والوں کے شر اور حاسد کے شر سے پناہ مانگنے پر مشتمل ہے، یہ تمام خارجی شرور ہیں، اور سورۃ ''الناس،، وسوسہ سے پناہ مانگنے پر مشتمل ہے، یہ داخلی شر ہے.

ابن القیم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وسوسہ بندے کو اس کے ساتھ رہنے اور اس کے قبول کرنے کے ذریعہ نقصان پہونچاتا ہے، اسی وجہ سے بندہ کی اس شر پر جس کے ذریعہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے پھر بندہ [اس وسوسے کے

نتیجے میں]برائی کرتا ہے یا پختہ ارادہ کرتا ہے اس پر بندے کی گرفت کی جاتی ہے اس لئے کہ بندے کی کوشش وارادے سے ہوا ہے، اس کے برخلاف حاسد وساحر کا شر ہے اسپر (محسود ومسحور) بندے کی گرفت نہیں ہوتی اسلئے کی اسکی نسبت بندے کی کوشش وارادے کیطرف نہیں کی جاتی، اسی وجہ سے شیطان کے شر کو اکیلے ایک سورت میں، اور ساحر وحاسد (دونوں) کے شر کو ملاکر (دوسری سورت میں) بیان کیا گیا [تفسیر المعوذتین مؤلفہ ابن القیم صفحہ: ۳۷]

(۳۸) سورۃ الفلق جملہ مصائب کی برائیوں سے پناہ مانگنے پر مشتمل ہے، اور یہ کہ وہ چار باتوں کے علاوہ نہیں جن سے اس سورت کے اندر پناہ مانگی گئی ہے:

۱۔عمومی شر۔
۲۔رات کا شر جب وہ داخل ہوجائے۔
۳۔ساحر کا شر۔
۴۔حاسد کا شر۔

(۳۹) کلمہ ''وسوس،، دو مکرر کلموں سے بنا ہے جیسے زلزل، دکدک وغیرہ ان کلمات کا اطلاق ان باتوں پر ہوتا ہے جن کا وقوع مکرر ہو، اور وہ لغوی قاعدے کے بالکل مطابق ہے کہ ''الفاظ بمقابلہ معانی''پس جس کے مسمی میں تکرار ہو الفاظ میں تکرار ہوتا ہے، اس بنیاد پر وسوسہ پوشیدہ آواز ہے [تفسیر المعوذتین مؤلفہ ابن القیم صفحہ ۹۸]

(۴۰) محقق کتاب فرماتے ہیں کہ وسوسے کی تعریف حرکت سے کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں پایا [اہل لغت نے] اس کی تعریف یوں کی ہے: دل کی بات، شکاری کا کان میں بات کا کہنا، اور کتے کا آپس میں کان میں بات کہنا، اور زیور کی آواز، ہوا کی دھیمی آواز، آپس میں مل جل کر آہستہ بات کرنا [ملاحظہ کریں لسان العرب: جلد ۶ رصفحہ ۲۵۴-۲۵۵ راور جوہری کی الصحاح جلد ۳ رصفحہ ۹۸۸ ر القاموس المحیط: صفحہ ۷۴۸ رتاج العروس جلد ۴ رصفحہ ۳۶۸]

(۴۱) علمائے لغت میں سے میں نے کسی کو ایسا نہیں پایا جس نے یہ کہا ہو کہ ''ایسی آواز جو محسوس نہ ہو،، مجھ پر یہ بات'' آواز کی ایسی صفت جو محسوس نہ ہو،، واضح نہیں ہوئی اگر محسوس نہ ہو تو آواز کیسے ہوگی، شاید مؤلف کی مراد یہ ہو کہ ''ایسی آواز جسے جس سے کہی جارہی ہو اس کے علاوہ کسی پر واضح نہ ہو، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(۴۲) اصطلاح میں وسوسہ شیطان کی اپنی اطاعت کیلئے پوشیدہ کلام کے ذریعہ دعوت کو کہتے ہیں جس کا مفہوم قلب کو بغیر سنائی دینے والی آواز کے پہونچے [ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی: ۲۰ر ۲۶۳]

ابن العماد فرماتے ہیں: شیطان کا بغیر آواز کے کسی بات کا ذہن میں ڈالنا [ایقاظ الحواس

مؤلفہ عبد اللہ الاہدل صفحہ ۳۷]

امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے [وسوسہ کی وضاحت میں] احیاء علوم الدین جلد ۳ رصفحہ ۲۶-۲۷ ر بڑی نفیس بات لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بلاشبہ سب سے خصوصی آثار جو دل میں حاصل ہوتے ہیں، وہ خیالات ہیں، یہ خیالات ایسے علوم کا ادراک کرنا ہے جو یا تو نئے ہوں، یا یاددہانی کے طور پر ہوں، ان کا نام خواطر رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ دل کی غفلت کے بعد اس میں کھٹکتے ہیں، اور وہ خیالات جو رغبت کے محرک ہوتے ہیں، وہ یا تو شر کی طرف دعوت دیتے ہیں، یا خیر کی طرف، پس یہ دونوں مختلف خیالات ہیں، اچھے خیال کا نام ''الہام،، اور برے کا نام ''وسواس،، رکھا جاتا ہے، اور بھلائی کی طرف بلانیوالے خیال کا سبب فرشتہ ہے، اور برائی کی طرف بلانے والے خیال کا سبب شیطان ہے، اور وہ لطف جس کی بنا پر دل بھلائی کے الہام کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اسے ''توفیق،، کہا جاتا ہے، اور جس کی بنا پر وسواس کو قبول کرنے کو تیار ہوتا ہے اس کو ''اغواء'' یا خذلان'' کہا جاتا ہے، پس دل فرشتے اور شیطان کے درمیان کھینچا تانی میں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

بیشک شیطان کا ابن آدم سے قرب ہوتا ہے اور فرشتے کا قرب ہوتا ہے، پس شیطان کا قرب برائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہے اور فرشتے کا قرب بھلائی وعدہ اور حق کی تصدیق ہے پس جو شخص [اپنے دل میں] اس [خیال] کو پائے تو اللہ کی تعریف کرے اور جو شخص [دوسرے خیالات] پائے تو وہ شیطان مردود اللہ کی پناہ چاہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیتیں پڑھیں۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ [سورۃ البقرۃ: آیت ر ۲۶۸] شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے، اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

[ترمذی: جلد ۵ ر ۴۷-۴۸ ر امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے]

(۴۳) ابن ہشام [نحوی] اپنی شرح الفیہ ابن مالک جلد ۳ ر ۳۱۸ ر میں فرماتے ہیں: ''منعوت کا اگر علم ہو تو کثرت کے ساتھ حذف جائز ہے۔

اور ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: [نحویوں نے، موصوف کا اس جگہ حذف کرنا مستحسن قرار دیا ہے صفت کے غالب ہونے کی وجہ سے یہاں تک کہ صفت [الوسواس الخناس شیطان کے [نام کی طرح ہوگئی [تفسیر المعوذتین مؤلفہ ابن القیم صفحہ ۱۰۳]

(۴۴) انسانوں اور جناتوں دونوں کے شیاطین کو شامل ہے۔

(۴۵) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ [سورۃ الزخرف:۳۶]
اور جوشخص اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جاوے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، سو وہ قرین اس کے ساتھ رہتا ہے.

(۴۶) جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔ [سورۃ الاسراء۴۶]
اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چلدیتے ہیں

اور اللہ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔ [سورۃ الاعراف:۲۰۱]
یقینا جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں.

(۴۷) پیچھے ہٹنا چھپنا آگے بڑھنے اور ظاہر ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے، پس ''الخناس'' ظاہر ہونے کے بعد چھپنا ہے، پس وہ دونوں باتوں کو شامل ہوتا ہے یعنی: چھپنا اور پیچھے ہٹنا.

(۴۸) حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی تابعی ہیں، تفسیر کے اماموں میں سے ہیں، بڑے قوی حافظہ والے تھے، ان کے بارے میں سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں: میرے پاس آنے والوں میں قتادہ سے بہتر کوئی عراقی نہیں آیا، نیز ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ان سے آگے پڑھنے والا کم ہی پاؤ گے، رہا ان جیسا تو شاید ہی ملے، ابوعمرو بن العلاء فرماتے ہیں: قتادہ تمہارے لئے کافی ہیں، اگر انہوں نے مسئلہ ''قدر،، میں کلام نہ کیا ہوتا تو میں ان کے علاوہ ان کے ہمعصروں میں سے کسی کے پاس [علم حاصل کرنے] نہ جاتا، ان کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی ان کے حالات جاننے کے لئے ملاحظہ کریں وفیات الاعیان مؤلفہ ابن خلکان جلد ۴/صفحہ ۸۵-۸۶/اور تہذیب التہذیب مؤلفہ حافظ ابن حجر جلد ۸/صفحہ ۳۰۱-۳۰۶]

(۴۹) حضرت قتادہ کے کلام میں ''خرطوم،، لفظ آیا ہے، صاحب لسان العرب نے اس کے معنی ناک کے بتلائے ہیں [ملاحظہ کریں لسان العرب مؤلفہ ابن منظور جلد ۱۲/صفحہ ۱۷۳]

(۵۰) اس بات کا قرطبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے [تفسیر قرطبی جلد ۲۰/صفحہ ۲۶۲]

امام غزالی فرماتے ہیں: پس اللہ تعالیٰ کے ذکر اور شیطانی وسوسے کے درمیان تعاقب ایسے جاری رہتا ہے جیسے روشنی اور اندھیرے میں، نیز رات ودن کے درمیان [احیاء علوم الدین جلد

۳/صفحہ ۲۸]

(۵۱) شیخ شبلی اپنی کتاب ''آکام المرجان،، میں فرماتے ہیں کہ: ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد سلمان السجستانی فرماتے ہیں کہ مجھ سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے داؤد نے اور ان سے عروہ بن ابی رویم نے کہ عیسی بن مریم علیہما السلام نے اللہ تعالی سے دعاء کی کہ ان کو بنی آدم کے جسم میں شیطان کی جگہ دکھادے، پس جب اس کیلئے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ اس کا سر سانپ جیسا ہے، اور وہ اپنے سر کو دل کے کنارے پر رکھے ہوئے ہے، پس جب (بندہ) اللہ کا ذکر کرتا ہے تو (شیطان) اپنے سر کے ساتھ چھپ جاتا ہے، اور جب ذکر چھوڑ دیتا ہے تو اس کو وہ لالچ دلاتا ہے اور کھٹکھٹاتا ہے [آکام المرجان فی احکام الجان صفحہ ۱۶۳]

(۵۲) یہاں پر لفظ ثمرۃ استعمال کیا گیا ہے، ثمرۃ بول کر کسی چیز کا کنارہ مراد لیا جاتا ہے، اسی استعمال میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے ''اپنی زبان کا ثمرۃ پکڑا'' یعنی کنارے کو پکڑا [النہایۃ فی غریب الحدیث مؤلفہ ابن لاثیر:۱/۲۲۱]

(۵۳) حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: شیطان اپنی نکیل بنی آدم کے دل پر رکھے ہوئے ہے، پس جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو (شیطان) چھپ جاتا ہے، اور جب وہ بھول جاتا ہے تو (شیطان) اپنے منہ میں لے لیتا ہے، پس وہی وسواس خناس ہے [ابن کثیر رحمہ اللہ تعالی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۶۱۱]

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: جب وسواس پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے چھپالیتا ہے، پس اگر اللہ کا ذکر کیا جائے تو چھپ جاتا ہے، اور اگر ذکر نہ کیا جائے تو دل پر نقش ہوجاتا ہے.

(۵۴) یعنی خانس.

(۵۵) اگر مفسر رحمہ اللہ یہاں یہ کہتے کہ ''شیطان کی۔ جب جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بھاگنے اور لوٹنے کی عادت سے باخبر کرنے کے لئے ایسا کہا گیا تو زیادہ واضح ہوتا، جیسا کہ اس کا بیان آنے والا ہے.

(۵۶) جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ   ان پر شیطان نے پورا تسلط کرلیا ہے، سواس نے ان کو
اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزۡبَ   خدا کی یاد بھلادی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں، خوب سن
الشَّیۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ]سورۃ المجادلۃ:]۱۹   لو شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان ریاح خارج کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے، تاکہ اذان نہ سنے، پس جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو واپس لوٹتا ہے [امام بخاری نے اس روایت کو صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۱ میں اور، امام مسلم نے صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۲۹۱ میں ذکر کیا ہے]

(۵۷) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مومن کا شیطان دبلا ہے [ملاحظہ فرمائیں احیاء علوم الدین مؤلفہ امام غزالی جلد ۳]

(۵۸) بلکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک مومن اپنے شیطان کو دبلا کرتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے اونٹ کو سفر میں دبلا کرتا ہے]امام احمد نے اپنی مسند میں اسکی روایت کی ہے مسند احمد جلد ۱۷ صفحہ ۵۷ بہ تحقیق احمد شاکر اور شیخ احمد شاکر نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے]

(۵۹) اس مقام کی مناسبت سے احیاء العلوم میں جو آیا ہے اسے ذکر کیا جاتا ہے، امام غزالی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مومن و کافر کے شیطانوں نے آپس میں ملاقات کی، کافر کا شیطان موٹا، چربی والا، کپڑا پہنے ہوئے تھا، جب کہ مومن کا شیطان دبلا، پراگندہ، غبار آلود، اور ننگا تھا، چنانچہ کافر کے شیطان نے مومن کے شیطان سے کہا کہ کیا بات ہے کہ تم دبلے ہو؟ کہنے لگا کہ میں ایسے آدمی کے ساتھ ہوں کہ جب کھانا کھاتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے، پس میں بھوکا رہ جاتا ہوں، اور جب پانی پیتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے، پس میں پیاسا رہ جاتا ہوں، اور جب کپڑے پہنتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے، پس میں ننگا رہ جاتا ہوں، اور جب تیل لگاتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے پس میں پراگندہ رہ جاتا ہوں، پھر کافر کے شیطان نے کہا کہ لیکن میں ایسے شخص کے ساتھ ہوں جو ان مذکورہ باتوں میں سے کچھ نہیں کرتا، پس میں اس کے کھانے پینے اور پہننے میں شریک ہوتا ہوں.

محقق کتاب فرماتے ہیں: پس اگر تم شیطان کو اپنے قلب سے بھگانا چاہتے ہو، تو اس کی غذا بند کردو، اور اس کی غذا نفس و شہوات کی اتباع ہے، پھر اس کو ذکر کے گولوں سے مارو، پس وہ تم سے بھاگ جائے گا، نیز یہاں پر اس بات کا جاننا مناسب ہے کہ صرف ذکر کبھی فائدہ نہیں پہونچائے گا، بلکہ اس کے ساتھ تقوی ضروری ہے، جیسا کہ امام غزالی نے اسے واضح کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: اور غور کرو

بیشک تمہارے ذکر و عبادت کا منتہی نماز ہے، پس تم اپنے قلب کی جانب حالت نماز میں دھیان دو]دیکھو] شیطان کس طرح اس کو بازاروں اور دنیا بھر کے حسابات کی طرف کھینچتا ہے]دیکھو[کیسے تم کو دنیا کی وادیوں اور اس میں ہلاک ہونے والی جگہوں کی طرف لے جاتا ہے، حدتو یہ ہے کہ ان باتوں کی یاد تمہیں نماز ہی میں آتی ہے، پس نماز دنیاوی شہوات سے بھرے ہوئے دل کی قبول نہیں کی جاتی، پس اگر تم شیطان سے چھٹکارا چاہتے ہو تو تقوی کے ذریعہ حفاظتی تدبیر اختیار کرو، پھر ذکر کی دوا اس کے پیچھے لگاؤ، شیطان تم سے ایسا بھاگے گا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے]بھاگتا تھا[احیاء علوم الدین جلد ۳ صفحہ ۳۸ تصرف کے ساتھ]

(۶۰) اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا اِنَّمَا   یہ شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے، سوتم اس کو دشمن
یَدۡعُوۡ حِزۡبَهٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ   سمجھتے رہو، وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے
[سورہ فاطر:]۶   تاکہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہوجائیں.

اور اللہ تعالی ابلیس ملعون کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَکَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ثُمَّ   میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپ کی سیدھی
لَاٰتِیَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ   راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا، ان کے
اَیۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ]سورۃ الاعراف:]۱۶   آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان
کے داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی.

اور ارشاد ربانی ہے:

اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ   کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر
تَؤُزُّهُمۡ اَزًّا   [سورۃ مریم:] ۸۳   چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو خوب ابھارتے رہیں.

امام بخاری نے اپنی صحیح جلد ۵ / صفحہ ۲۳۶ میں روایت کی ہے:

حضرت ابن عیینہ "تؤزہم ازا" کے معنی ارشاد فرماتے ہیں کہ]شیاطین بندوں کو[گناہ کرنے کیلئے خوب پریشان کرتے ہیں.

(۶۱) یعنی واو اور سین کا مکرر آنا "وسوس"

(۶۲) مصنف نے اس سے قبل ذکر کیا ہے کہ "الوسواس الخناس" دونوں ایک موصوف محذوف کی صفت ہیں، پھر یہاں اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ شیطان کی تیسری صفت ہے، پس

صفات ''الوسواس''، ''الخناس''، ''الذی یوسوس فی صدور الناس''، ہوئیں، اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ [مصنف کا یہ کہنا] ''پھر نمبر دو پر اس کی جگہ کا ذکر کیا'' صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ دوسری صفت ''الخناس'' ہے، اور اس میں جگہ کا ذکر نہیں، بلکہ وہ وصف ہے، تیسری صفت ''فی صدور الناس'' کا، اور شاید اسی وجہ سے مخطوطے میں نمبر ۳ کا ذکر نہیں جس کا ذکر تفسیر ابن القیم میں اس طرح سے ہے، ''وانہا فی صدور الناس ثالثا'' [تفسیر ابن القیم صفحہ]۱۰۶ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عبارت مخطوطہ اور مطبوعہ تفسیر ابن القیم میں صحیح نہیں ہے۔

(۶۳) صحیح بخاری میں ہے ''بیشک شیطان ابن آدم کے خون کے ساتھ دوڑتا ہے، اس حدیث کی روایت امام بخاری نے کی ہے [بخاری شریف جلد ۸ صفحہ ۱۱۴، اور امام مسلم نے بھی اپنی صحیح مسلم میں روایت کی ہے جلد ۴ رصفحہ ۱۷۱۲]

(۶۴) امام غزالی نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں ایک باب اس بات کے بیان میں تحریر کیا ہے کہ کیا اس بات کا تصور کیا جاسکتا ہے کہ ذکر کے وقت وساوس بالکلیہ منقطع ہوجاتے ہیں یا نہیں؟]احیاء العلوم جلد ۳ صفحہ]۴۳ اس باب میں علماء کے پانچ اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیطان سے ایک گھڑی یا گھنٹے کیلئے چھٹکارا حاصل کرنا مستبعد نہیں، لیکن طویل وقفے کیلئے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا بہت بعید اور واقع میں محال ہے، پس دنیا شیطان کے وسوسے کیلئے بڑا دروازہ ہے اور اس کے لئے ایک دروازہ نہیں بلکہ بہت سے دروازے ہیں۔

حکماء میں سے ایک حکیم کا قول ہے کہ شیطان بنی آدم کے پاس گناہ کے راستے سے آتا ہے، پس اگر اس نے اس سے انکار کیا تو ناصح کے طور پر آتا ہے، تاکہ اس کو بدعت میں مبتلا کردے، پس اگر وہ (بندہ) انکار کرے تو حرج اور شدت کا حکم کرتا ہے، تاکہ (بندہ) اپنے اوپر اس چیز کو حرام کرلے جو حرام نہیں ہے، پھر اگر (بندہ) انکار کرے تو شیطان اسے اس کے وضو اور اس کی نماز میں شک ڈالتا ہے، تاکہ اس کو علم سے نکال دے، پس اگر وہ انکار کرے تو بھلائی کا کام اس پر ہلکا کرتا ہے، تاکہ لوگ اسے صبر کرنے والا پاک دامن جانیں، اور لوگوں کے قلوب اس کی طرف مائل ہوں، پس بندہ غرور میں مبتلا ہوجاتا ہے، اور اس کے ذریعہ شیطان اس کو ہلاک کرتا ہے، اس وقت شیطان کا اصرار سخت ہوجاتا ہے، پس یہ آخر درجہ ہے، اور شیطان اس بات کو جانتا ہے کہ بندہ اگر اس درجہ سے متجاوز ہوگیا تو اس کے چنگل سے چھوٹ کر جنت کی طرف چلا جائے گا]احیاء علوم الدین مؤلفہ امام غزالی جلد ۳ صفحہ ۴۵ راختصار کے ساتھ]

(۶۵) یہ نسبت ''کسی چیز کی اس کے سبب کی طرف نسبت'' کے قبیل سے ہے]تفسیر ابن القیم:]۱۰۷

(۶۶) سورۃ الکہف آیت: ۶۳

(۶۷) یعنی غور کیجئے کہ کس طرح ارشاد فرمایا ''من شر الوسواس'' اور یہ نہیں کہا کہ شیطان کے وسوسے کے شر سے۔

(۶۸) اور یہ اس لئے ہے کہ بیشک وسوسہ شیطان کے کاموں میں سے بعض کام ہے، پس اگر بندہ اس کے وسوسے کے شر سے استعاذہ کرتا تو اس کا استعاذہ صرف وسوسے سے ہوتا اور بس، اور جب وسواس]شیطان] کے شر سے پناہ مانگی، تو اس کا استعاذہ وسوسے سے اور تمام شیطانی حربوں سے ہوگیا، عنقریب شیطان کے اور بعض کاموں کا ذکر آئے گا۔

(۶۹) دل میں وسوسے کے مندرجہ ذیل مراتب ہیں:

۱۔ ہاجس]خیال] یہ دل میں ڈالا جاتا ہے، اس پر گرفت نہیں کی جاتی۔

۲۔ خاطر]دل میں آنا] جو بات دل میں چلتی رہتی ہے اس پر سے بھی گرفت ہٹالی گئی ہے۔

۳۔ حدیث النفس]دل میں کھٹکنا [یہ تردد کا نام ہے، کہ یہ کام کرے یا نہ کرے، اس پر سے بھی گرفت ہٹالی گئی ہے۔

۴۔ ھم]ارادہ] کام کے ارادے کا نام ہے، اس پر سے بھی گرفت ہٹالی گئی ہے۔

۵۔ عزم]پختہ ارادہ] کام کرنے میں پختگی علماء نے کہا ہے کہ محققین کے نزدیک اس پر گرفت ہے، نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے بموجب]جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مومنوں نے آپس میں تلواریں نکال لیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، صحابہ نے سوال کیا یا رسول اللہ: قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مقتول کے جہنمی ہونے کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا

إِنَّهُ كَانَ حَرِيصاً عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ [بخاری ومسلم] بے شک وہ (مقتول) بھی اپنے ساتھی کے قتل کرنے کا پختہ ارادہ رکھتا تھا۔

[ملاحظہ کریں ''ایقاظ الحواس فی بعض اسرار سورۃ الناس، مؤلفہ عبداللہ الاہدل صفحہ]۴۱

امام غزالی فرماتے ہیں: اور یہ ہم (یعنی ارادہ) کبھی کمزور بنیاد پر ہوتا ہے، لیکن جب دل نے پہلے ارادے کی طرف دھیان دیا، یہاں تک کہ نفس کیلئے اس کی کشمکش دراز ہوگئی تو اب یہ ارادہ یقینی اور پختہ ہوگیا، پس جب ارادہ پختہ ہوگیا تو اس کا احتمال ہے کہ شاید پختہ ارادہ کے بعد شرمندہ ہوکر]برے کام پر [عمل چھوڑ دے، یا کسی عارض کی وجہ سے غافل ہوجائے، اور اس ارادہ پر عمل نہ

کرے، اور نہ ادھر متوجہ ہو، یا کوئی مانع پیش آجائے جس کی بنا پر عمل کرنا مشکل ہوجائے] احیاء علوم الدین مؤلفہ امام غزالی جلد ۳ صفحہ]۴۱

(۷۰) جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا — کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو خوب ابھارتے رہتے ہیں. [سورۃ مریم] ۸۳

یعنی بندوں کو معاصی پر شدت سے اکساتا رہتا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی حضرت ابن عیینہ کا قول نقل کیا ہے] صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ]۳۶

(۷۱) جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے زکوٰۃ کی نگرانی میرے ذمہ کی، پس ایک آنے والا آیا، اور لپ بھر بھر کے کھانے میں سے لینے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا، اور اس سے کہا کہ: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ضرور پیش کروں گا، پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوری حدیث بیان فرمائی جس میں یہ ہے کہ: شیطان نے ان سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، تمہارے ساتھ برابر اللہ تعالی کی طرف سے ایک نگہبان رہے گا، اور شیطان تمہارے قریب صبح تک نہیں آئے گا، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے سچ بولا لیکن وہ جھوٹا ہے وہ شیطان ہے]اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے جلد ۸ صفحہ ۱۰۴ پوری حدیث کے لئے ملاحظہ کریں جلد ۳ صفحہ ۶۳ ـ]۶۴

(۷۲) اس بات پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث شاہد ہے، اس حدیث میں ہے کہ: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ]۱۵۹۷

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو، اس وقت اور کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرے، تو شیطان کہتا ہے کہ تمہارے لئے]اس گھر میں [نہ رات کا کھانا ہے، اور نہ رات گذارنے کا ٹھکانہ، اور اگر بندہ گھر میں داخل ہو، اور اس وقت اللہ کا ذکر نہ کرے، تو شیطان کہتا ہے کہ رات کا ٹھکانہ تم نے پالیا، اور اگر بندہ کھانے پر اللہ کا نام نہیں لیتا ہے، تو شیطان کہتا ہے تم نے رات کا ٹھکانہ اور کھانا دونوں پالیا]مسلم شریف جلد ۳ صفحہ]۱۵۹۸

(۷۳) شیخ شعرانی شیطان کی دسیسہ کاریوں کو شمار کراتے ہوئے فرماتے ہیں :اور شیطان کے ہتھکنڈوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بندے کے پاس ایسی روشنی لاتا ہے جس کے ذریعہ لوگوں کے

گناہوں کا پردہ فاش کرتا ہے، اور اس کے ذریعہ ان کو بے عزت کرتا اور ان کے رازوں کو ظاہر کرتا ہے، پس وہ کشف والا گمان کرتا ہے کہ وہ بلند مقام پر ہے، اور یہ اسلئے ہے کہ شیطان اس کا کان اور آنکھ ہوگیا، پس اس کشف والے پر واجب ہے کہ جلد توبہ کرے ورنہ ہلاک ہوجائے گا۔] ایقاظ الحواس مؤلفہ عبد اللہ الاہدل:] ۴۳

وہ اس لئے ہے کہ بیشک انسان اگر اس کے گناہ کا معاملہ منکشف ہوجائے تو وہ لوگوں کے درمیان اپنی نیک نامی لوٹانے سے ناامید ہوتا ہے، پس وہ دور چلا جاتا ہے، اور اس کے لئے لوٹنا مشکل ہوجاتا ہے، اس کے برخلاف اگر اس کا گناہ چھپا ہوا ہو، اور لوگوں میں سے کسی کو اس کی خبر نہ ہو، تو اس کے لئے توبہ کا دروازہ ظاہر ہوجاتا ہے، اور گویا کوئی چیز ہوئی ہی نہ ہو، پس اس کیلئے لوٹنا اور استقامت اختیار کرنا آسان ہوجاتا ہے.

(۷۴) یہ روایت مسلم میں بھی ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا.

(۷۵) حدیث کا بقیہ حصہ یہ ہے:

يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلّٰى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيْطاً طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ

ہر گرہ پر تھپکی دیتا ہے تم پر رات لمبی ہے پس سوتے رہو، پھر اگر وہ بیدار ہوگیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وضو کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر نماز پڑھی تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پس وہ چاق و چوبند نیک طبیعت والا ہوجاتا ہے ورنہ سست بری طبیعت والا ہوتا ہے.

[صحیح بخاری جلد ۲ / صفحہ ۶۴ و مسلم جلد ۱ صفحہ]۵۳۸

(۷۶) جیسا کہ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا جو رات بھر سویا یہاں تک کہ صبح ہوگئی، تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ ایسا آدمی ہے جس کے دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کیا، یا آپ نے یوں ارشاد فرمایا: اس کے کان میں] بخاری جلد ۲ / صفحہ ۴۷، مسلم جلد ۱ / صفحہ ۵۳۷ / الفاظ مسلم شریف کے ہیں]

(۷۷) جیسا کہ اللہ تعالی ابلیس ملعون کی بات نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَاتَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ[سورہ الاعراف:۱۶۔]۱۷

اور کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا، ان کے آگے سے بھی ان کے پیچھے سے بھی اور آپ ان میں سے اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیں گے.

(۷۸)اس طرح سے شیطان کے عمل کے تین مراحل ہوتے ہیں:

نمبر۱: یہ کہ بندہ کو بھلائی کے کام اور نیک عمل سے روکتا ہے.

نمبر۲: اگر بندہ اس کی مخالفت کرے، اور خیر کے راستہ پر چلے، تو اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے ،تا کہ اس کو اس بھلے کام میں لگے رہنے، اور اس پر پابندی کرنے میں رکاوٹ ڈالے.

نمبر۳: اگر اس پر قادر نہ ہو تو ایسے کاموں کی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کے خیر کے کئے ہوئے کاموں کو بیکار کردے، جیسے صدقہ میں دکھاوا، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى]سورۃ البقرۃ:[۲۶۴

اے ایمان! والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہونچا کر اپنی خیرات کو برباد نہ کرو.

(۷۹)بعض علماء فرماتے ہیں کہ شیطان کے دفاع کی تدبیر اللہ تعالی سے پناہ مانگنے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں، اس لئے شیطان کتا ہے، جسے اللہ تعالی نے تمہارے او پر مسلط کیا ہے، پس اگر تم اس سے جنگ کرنے اور اس کو دور کرنے میں مشغول ہو گے تھک جاؤ گے، اور تمہارا وقت ضائع ہوگا، اور شاید وہ کامیاب ہوجائے، تو تمہیں زخمی اور لہولہان کردے گا، پس کتے کے مالک کی طرف رجوع کرنا، تا کہ وہ تم سے اس کو پھیر دے یہ زیادہ بہتر ہے]منہاج العابدین مؤلفہ امام غزالی صفحہ[۶۰

(۸۰) وہ اس لئے ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی کی نافرمانی کی گئی:

إِنَّ اللهَ لَايَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ [سورۃ النساء:]۴۸

بیشک اللہ تعالی اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے، اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے.

(۸۱) شاید مفسر رحمہ اللہ کی مراد وہ لوگ ہیں جو دیار اسلام میں پیدا ہوئے اور شرک کو نہیں جانا.

(۸۲) آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے فرمان کی وجہ سے:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ [صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ] ۷۰۵

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، تو اس کے لئے اس کا اور جو اس کے بعد اس پر عمل کرے اس کا اجر ہے، ان میں سے کسی کے ثواب میں کچھ کمی کئے بغیر، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا، تو اس پر اس کا اور اس کے بعد جو اس پر عمل کریگا اس کا وبال ہوگا، ان میں سے کسی کے وبال میں کچھ کمی کئے بغیر.

ابن القیم رحمہ اللہ اس کی علت بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں: اس لئے کہ بدعت کا نقصان نفس دین میں ہے اور وہ متعدی نقصان ہے]تفسیر المعوذتین صفحہ:[۱۱۲

(۸۳)اس کے دو سبب ہیں:

نمبر۱: اس لئے کہ بدعت جیسا کہ ابن القیمؒ نے فرمایا کہ اس کا نقصان دین میں ہے اور وہ متعدی ہے، اور بدعت کرنے والے پر اس کا گناہ اور جو بھی قیامت تک اس بدعت کو کرے گا اس کا گناہ ہوگا، اور اس شخص کی توبہ اپنے عمل سے صرف اپنی بدعت سے ہوگی نہ کہ مطلق بدعت سے، اس لئے کہ یہ لوگوں کے عمل کرنے اور اپنا لینے کی وجہ سے اس کے ہاتھ سے نکل گئی، اور یہ ایسا کام ہے جس کے گناہ کا بوجھ وہ اٹھاتا رہے گا، اور اللہ تعالی کی مشیت کے تحت رہے گا.

نمبر۲: اس لئے کہ بدعتی اپنی بدعت کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی اطاعت کیلئے ہے، گناہ نہیں ہے جس سے توبہ مطلوب ہو، اس لئے وہ برابر اس سے چمٹا رہتا ہے اس سے توبہ نہیں کرتا.

مجھے مفسر کے کلام ''اس سے توبہ نہیں کی جاتی'' سے ہی مذکورہ شرح واضح ہوئی ہے.

(۸۴) گناہ کبیرہ کی تعریف میں علماء نے اختلاف کیا ہے:

ایک قول یہ ہے کہ: گناہ کبیرہ وہ ہے جس کی حرمت پر تمام شریعتیں متفق ہوں.

دوسرا قول یہ ہے کہ: گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے کرنے پر شرعی حد لگتی ہو، یا جس کے کرنے پر جہنم کی وعید ہو، یا اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا موجب قرار دیا گیا ہو، گناہ کبیرہ کی تعریف میں یہی سب سے عمدہ قول ہے]ملاحظہ کریں شرح العقیدہ الطحاویہ مؤلفہ ابن ابی العز جلد ۲ صفحہ[۵۲۵

(۸۵) حدیث میں شیطان کے علماء اور عابدین کے گناہوں کی اشاعت کی مثالیں آئی ہیں ان میں سے ایک حدیث میں ہے کہ:

بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا، شیطان نے اس کو بہکانا چاہا، لیکن راہب نے شیطان کو عاجز کردیا، پس شیطان نے ایک لڑکی کا سہارا لیا اس کا گلا گھونٹ دیا، اور اس کے اعزہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس لڑکی کا علاج راہب کے پاس ہے، چنانچہ وہ لوگ اس لڑکی کو راہب کے پاس لائے، راہب نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا، وہ لوگ برابر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ راہب نے اسے قبول کرلیا، لڑکی جس وقت راہب کے پاس علاج کے سلسلہ میں تھی شیطان نے راہب کو اس سے زنا پر ابھارتا اور برابر بہکاتا رہا، یہاں تک کہ راہب نے اس سے زنا کرلیا، اور لڑکی کو حمل ٹھہر گیا، اب شیطان نے راہب کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ اس کے اعزہ آئیں گے اور اب تم رسوا ہوگے، اس لئے اس لڑکی کو قتل کردو، اور اگر لڑکی کے اعزہ تم سے پوچھیں تو یہ جواب دے دینا کہ مرگئی، چنانچہ راہب نے اس کو قتل کرکے دفنا دیا، اب شیطان اس کے اعزہ کے پاس آیا، اور ان کو بہکایا ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ راہب نے اس لڑکی سے زنا کیا ہے، اور اس کو قتل کرکے دفن کردیا ہے، پس لڑکی کے اعزہ راہب کے پاس آئے اور اس سے لڑکی کے متعلق پوچھا، راہب نے جواب دیا کہ وہ مرگئی، لوگوں نے راہب کو پکڑ لیا تاکہ لڑکی کے بدلے اسے قتل کردیں، پس شیطان راہب کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ میں نے ہی لڑکی کا گلا دبایا تھا اور میں نے ہی اس کے اعزہ کے دل میں تم سے علاج کرانے کی بات ڈالی تھی، اب تم میری اطاعت کرلو نجات پاجاؤ گے اور میں تم کو ان سے چھٹکارا دلادوں گا، راہب نے پوچھا کس بات سے تمہاری اطاعت کروں؟ شیطان نے کہا کہ میرا دوبار سجدہ کرو، راہب نے دوبار اس کا سجدہ کیا شیطان نے کہا میں تم سے بری ہوں اسی کے بارے میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ إِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنْكَ [سورۃ الحشر:۱۶]

شیطان کی طرح اس نے انسان سے کہا کفر کر جب وہ کفر کرچکا تو کہنے لگا میں تجھ سے بری ہوں.

حافظ عراقی نے اپنی کتاب ''المغنی عن حمل السفار'' میں اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کی روایت ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''مکائد الشیطان'' میں، اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں مرسل طریقہ پر کی ہے [ملاحظہ کریں ''المغنی عن حمل الاسفار مع ''احیاء العلوم'' جلد ۳ صفحہ ۳۲]

نیز امام حاکم نے اس جیسی روایت اپنی مستدرک میں حضرت علیؓ پر موقوفا ذکر کی ہے، اور اس کی سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ بخاری ومسلم نے اپنی کتابوں میں اس کی روایت نہیں کی ہے، امام ذہبی نے حاکم کے صحیح کی تائید کی ہے۔ [مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۸۵]

(۸۶) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو عوام کی مجلسوں میں علماء کی بے عزتی میں مشغول رہتے ہیں، اور یہ گمان

کرتے ہیں کہ بہت اچھا کام کررہے ہیں:

(۸۷) جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [سورۃ النور:۱۹]

جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا وآخرت میں سزائے دردناک ہے اور اللہ تعالی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے.

(۸۸) گناہ صغیرہ کی تعریف میں علماء رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے.

ایک قول یہ ہے کہ: ہر وہ گناہ جس کا انجام اللہ کی لعنت یا غضب یا آگ نہ ہو

دوسرا قول یہ ہے کہ: صغیرہ وہ گناہ ہے جس پر دنیا میں کوئی حد جاری نہ ہو، اور آخرت میں وعید نہ ہو، وعید سے مراد خاص دھمکی جہنم کے آگ یا لعنت یا غضب کی ہے، یہی تعریف سلف مثلا عبداللہ بن عباس، سفیان بن عیینہ، احمد بن حنبل وغیرہم سے منقول ہے [ملاحظہ کریں شرح العقیدہ الطحاویہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۶-۵۳۵]

(۸۹) وہ حدیث حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَقَوْمٍ نَزَلُوْا فِيْ بَطْنِ وَادٍ فَجَاءَ ذَا بِعُوْدٍ وَجَاءَ ذَا بِعُوْدٍ حَتّٰى اَنْضَجُوْا خُبْزَتَهُمْ وَاِنَّ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ مَتٰى يُؤْخَذْ بِهَا تُهْلِكُهُ [اس حدیث کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے جلد ۵ صفحہ ۳۳۱]

خبردار چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قوم کسی وادی میں اتری پس یہ ایک لکڑی لایا اور یہ ایک لکڑی لایا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنی روٹی پکائی، اور بیشک چھوٹے چھوٹے گناہ جس وقت ان پر گرفت کی جائیگی تو بندہ کو ہلاک کردیں گی.

(۹۰) بہت سے لوگ اس موضوع سے غافل ہیں، اور ایک جماعت تو اس بات سے بھی ناواقف ہے کہ مومن پر واجب ہے کہ وہ اپنے پورے وقت کو عبادت میں لگائے، اس میں تھوڑا بھی غیر عبادت میں صرف نہ کرے، بعض لوگوں کو یہ بات مشکل نظر آئے گی، لیکن ان کا اشکال اس وقت دور ہوجائے گا جب وہ یہ جان لیں گے کہ مومن کا سونا بھی عبادت ہے، اس کا جاگنا عبادت ہے، اس کا کھانا عبادت ہے اس کا روزہ رکھنا عبادت ہے، اس کا کام کرنا عبادت ہے، اس کا آرام کرنا عبادت ہے، یہاں تک کہ اس کا اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہونا عبادت ہے، پس کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مومن کا پورا وقت اور اس کی

پوری زندگی اللہ تعالی کے لئے عبادت ہو، اسی وجہ سے تو انسان سے] قیامت میں [اس کی عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ کس کام میں صرف کی؟ اسکی جوانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ کس کام میں صرف کی؟ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالی نے اس بات کی خبر دی ہے کہ بے شک اس نے ہمیں صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، چنانچہ اس بلند ذات کا ارشاد ہے:

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلاَّلِيَعْبُدُوْنِ — اور میں نے جن اور انسانوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں.

[سورۃ الذاریات:]۵٦

پس اگر آپ کہیں کہ مومن مباح کاموں میں اپنے وقت کو کیسے صرف کرے گا جب کہ اس کا سارا کام خیر ہی ہے؟ تو میں جواب دوں گا کہ بھول کے ذریعہ یا عمل صالح کی نیت کے ترک کے ذریعہ پس اخلاص نیت سے عادتیں عبادت ہو جاتی ہیں اور فساد نیت سے عبادتیں عادت بن جاتی ہیں.

(۹۱) یعنی بندہ اس بات کو بعید سمجھتا ہے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہو، اس لئے کہ وہ اس بات سے ناواقف ہے کہ شیطان کبھی بھلائی کا حکم کرتا ہے، تا کہ اس سے بڑا بھلائی کا کام یا افضل کام چھوٹ جائے.

(۹۲) محقق کتاب فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مخطوطہ میں صرف یہ عبارت ہے ''اب مراتب،، اس میں عدد مذکور نہیں ہے میں نے تفسیر ابن القیم سے [جو اس کتاب کی اصل ہے] چھ عدد درج کیا ہے، مفسر نے جہاں سے ان شروں کا ذکر شروع کیا ہے وہاں چار کہا ہے اور شمار چھ کرایا ہے.

(۹۳) بلکہ کبھی شیطان اپنے لشکر کو ایسے لوگوں پر بھی مسلط کر دیتا ہے جو اس کی جماعت میں سے نہیں ہیں، جن کے اندر صلاح ہے، چنانچہ یہ لوگ علماء اور مسلمانوں کی آبرو ریزی کرتے ہیں، اور ان کی غلطیوں ولغزشوں پر مذمت کرتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ذمہ داری اس وقت تک پوری نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں میں اس کا اعلان نہ کر دیں، بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کا صدور بعض مسلم علماء سے بھی ہوتا ہے، شیطان ان کے پاس حسد اور غیرت کے دروازے سے آتا ہے، چنانچہ یہ علماء ایسے شخص پر نکیر کرتے ہیں جو ان پر صلاح واستقامت اور علم کے اعتبار سے فائق ہے، حالانکہ اس کی صداقت کو جانتے ہیں، بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی تکفیر کرتے ہیں اور اس کی دعوت اور اس کی جانب سے بنیاد باتیں منسوب کرتے ہیں، اس کی سب سے مشہور مثال جو کچھ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے زمانہ کے بعض علماء کی جانب سے ہوا اس سے دی جاسکتی ہے، نیز شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ بھی ان کے ہم عصر علما کی طرف سے جو کچھ ہوا وہ بھی ایک مثال ہے، اور شیخ کی دعوت کے سلسلہ میں ان کے موقف، نیز ان کے خلاف محاذ آرائی اور شبیہ بگاڑنے کی کوشش [یہ سب مثالیں ہیں]

(۹۴) مفسر رحمہ اللہ علیہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ مومن کو اس شیطان سے، جو مومنوں

کے لئے سازش سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے، اس سے جنگ کیلئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے، مومن کو یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ اگر اس نے دل کا دروازہ شیطان پر بند کر دیا ہے تو وہ راحت میں ہے، اور اس کے فتنے سے محفوظ ہے، پس اگر شیطان مومن کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی چالبازی کے راستہ سے عاجز ہو جائے تو اس کے علاوہ اوروں کے دلوں میں داخل ہو کر [جس پر اس کا بس نہیں چلا ہے] اس کو تکلیف پہونچانے، اس کے خلاف سازش کرنے اور اس سے نبرد آزما ہونے کیلئے بہکاتا ہے، پس مومن کے لئے ضروری ہے کہ شیطان کے فریب ودھوکہ سے مستقل جہاد اور نہ ختم ہونے والی تیاری میں رہے، اور ہمیشہ اس کے مکر وفریب سے ڈرتا رہے.

(۹۵) سینوں کے ذکر کو دل کے ذکر پر ترجیح دینے میں ایک اور مزید نکتہ یہ ہے کہ اس ذکر کے ذریعہ وسوسہ کے صفت میں مبالغہ مقصود ہے، کہ وساوس سینوں کو بھر دیتے ہیں جو کہ دل کا گھر ہے، پس ان وساوس سے قلب بھر جاتا ہے، اور دل شدید تنگ ہو جاتا ہے، اس آیت میں [فن بلاغت کا یہ نکتہ ہے کہ] مجاز مرسل ہے، کیونکہ محل کا ذکر کر کے حال مراد لیا گیا ہے [یعنی سینہ کا ذکر کیا گیا ہے اور مراد سینے میں جو بات کھٹکتی ہے وہ ہے][ملاحظہ کریں ایقاظ الحواس فی بعض اسرار سورۃ الناس مؤلفہ عبداللہ الاہدل صفحہ ۲۳-۲۴]

(۹٦) سورت آل عمران آیت: ۱۵۴

(۹۷) سورت طہ آیت: ۱۲۰

(۹۸) شیطان کے قلب میں وسوسہ ڈالنے کی منظر کشی کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں: یاد رکھو کہ دل کی مثال قلعہ جیسی ہے اور شیطان ایسا دشمن ہے جو اس میں داخل ہو کر اس پر غلبہ کرنا اور حکومت کرنا چاہتا ہے، دشمن سے قلعہ کی حفاظت بغیر اس کے دروازہ وشگاف اور اس کے مداخل کے نگرانی کے ممکن نہیں.

پھر [امام غزالی نے] ان دروازوں کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ شیطان قلب میں داخل ہوتا ہے مثلا غصہ، شہوت، حسد، لالچ، کھانے سے آسودگی، درہم ودینار، بخل اور غریبی کا خوف، مذاہب و خواہشات کے لئے تعصب، بدظنی، ان میں سے ہر ایک کی مفصل شرح بھی کی ہے [ملاحظہ کریں احیاء علوم الدین مؤلفہ: امام غزالی جلد ۳/صفحہ ۳۲-۳۷]

(۹۹) ان کا نام یحییٰ بن زیاد الفراء کنیت ابو زکریا ہے ۱۴۴ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر نشو نما پائی، وہاں کے شیوخ سے تعلیم حاصل کی، امام کسائی کے سب سے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، اور کوفہ میں ان کے بعد نحو کے سب سے بڑے عالم، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نحو کے امیر المؤمنین تھے ۲۰۷ھ میں وفات پائی [ملاحظہ کریں نزہتہ الأولیاء مؤلفہ ابوالبرکات الانباری صفحہ ۸۱-۸۴]

(١٠٠) فراء کی عبارت کا ترجمہ یوں ہے؛ کہ الناس کا اطلاق یہاں جناتوں اور انسانوں دونوں پر ہوا ہے جیسا کہ آپ یوں کہیں کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، یعنی ان کے انسانوں اور جناتوں میں پھر اپنے قول کیلئے فراء نے دلائل دیئے ہیں [ملاحظہ کریں معانی القرآن مؤلفہ فراء نحوی جلد ٣/صفحہ ٣٠٢]

(١٠١) ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس جگہ چار وجہوں کا ذکر کیا ہے اور تفصیل کے ساتھ ان کو بیان کیا ہے، شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ علیہ نے یہاں صرف دو کا ذکر کیا ہے.

(١٠٢) ''لوگ'' بول کر اس سے جنات مراد لینا،، یہ مسئلہ اختلافی ہے، جو لوگ اس نام رکھنے کو صحیح قرار دیتے ہیں ان میں سے امام طبری رحمہ اللہ علیہ ہیں، جو اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں: پس اگر کوئی یوں کہے کہ کیا جنات لوگ ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جگہ لوگ کہا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ ان کو رجال کہا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ۔ [سورۃ الجن آیت: ٦]

اور بہت سے لوگ آدمیوں میں ایسے تھے کہ وہ جنات میں بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے.

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو رجال بتایا، اسی طرح سے ان میں سے ''ناس'' بھی بتایا [تفسیر طبری جلد ٣٠/صفحہ ٢٢٩]

(١٠٣) اللہ تعالیٰ کے فرمان "من الجنۃ و الناس" کے سلسلہ میں نحویوں کے بہت سے اقوال میں سے یہ دو قول ہیں ابن عادل رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس میں کچھ کا ذکر کیا ہے، جسے طوالت کے خوف سے بہت ہی اختصار کے ساتھ ذکر کر رہا ہوں:

١۔ "مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ" ''شر'' کے اعادہ کے ساتھ بدل ہے یعنی من شر الجنۃ.

٢۔ "ذو الوسواس" [وسوسہ والا] سے بدل ہے، اس لئے کہ وسوسہ ڈالنے والا جنات اور انسان دونوں میں سے ہوتا ہے.

٣۔ یوسوس کی ضمیر سے حال ہے، اور وہ اس وقت جب کہ وسوسہ ڈالنے والے دونوں [انسان و جنات] میں سے ہوں.

٤۔ "مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ" میں "الناس" سے بدل ہے، اور ''من،، بیانیہ ہے، جن پر ناس کا اطلاق اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادے میں متحرک ہیں.

٥۔ ''اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ،، کا بیان ہے اس اعتبار سے کہ شیطان دو قسم کے ہیں: جن، انس۔

٦۔ ''مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ،، ''یوسوس،، سے متعلق ہے، اور ''من،، ابتدائے غایت کیلئے

ہے، یعنی ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے انسان اور جنات کی جانب سے.

٧۔ یہ کہ ''والناس،، الوسواس،، پر معطوف ہے، یعنی وسواس اور لوگوں کے شر سے، ''الناس،، کا عطف ''الجنۃ،، پر جائز نہیں، اس لئے کہ لوگ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ نہیں ڈالتے، وسوسہ جنات ڈالتے ہیں، پس جب معنیٰ مستحیل ہو گیا تو ''الوسواس،، پر عطف کیا گیا۔

٨۔ یہ کہ "مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ،، سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ دونوں قبیلوں میں سے ہوں۔ مفسر کرمانی نے اپنی تفسیر ''غرائب التفسیر وعجائب التاویل،، جلد ٢/صفحہ ١٤١٦/ پر دو قول کا اضافہ کیا ہے [وہ درج ذیل ہیں]

٩۔ یہ جائز ہے کہ ''مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ" پہلے ''الناس،، سے متصل ہو یعنی (برب الناس) سے۔

١٠۔ یہ کہ ''الذی،، مبتدا ہو، اور اس کی خبر ''مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ،، ہو۔ [ملاحظہ فرمائیں ایقاظ الحواس فی بعض اسرار سورۃ الناس صفحہ ٣٠۔٣٢]

(١٠٤) وسوسہ کی تعریف گذر چکی ہے۔

(١٠٥) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ شیطان نبی آدم کی رگوں میں دوڑتا ہے [صحیح بخاری جلد ٨/صفحہ ١١٤/اور صحیح مسلم جلد ٤/صفحہ ١٧١٢]

(١٠٦) [حدیث کے الفاظ ہیں ''فَتُقِرُّهَا فِيْ أُذُنِ الْكَاهِنِ،، اس کی تشریح میں] ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ: "قرّ" مخاطب کے کان میں بات کو بار بار لوٹانا ہے یہاں تک کہ اس کو وہ سمجھ لے ۔۔۔ پھر فرماتے ہیں "قَرَّ الْقَارُوْرَةَ" شیشی کی آواز کو کہتے ہیں جب اس کے اندر پانی ڈالا جائے [النہایہ فی غریب الحدیث جلد ٤/صفحہ ٣٩]

زمخشری کہتے ہیں کہ: "قَرَرْتُ الْكَلَامَ فِيْ أُذُنِهِ" اس وقت کہتے ہیں جب تم اپنا منہ مخاطب کے کان پر رکھ کر اپنی بات مخاطب کو سناؤ [الفائق فی غریب الحدیث جلد ٣/صفحہ ١٧٨]

(١٠٧) اس بات کی وضاحت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کرتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی بات کا حکم فرماتے ہیں تو فرشتے اس کی اطاعت میں اپنے پروں سے اس طرح مارتے جیسے چکنے پتھر پر زنجیر [ماری جائے] پس جب ان کے دلوں سے ڈر دور ہو جاتا ہے، تو آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ دوسرے فرشتے جواب دیتے ہیں حق فرمایا، اور وہی بلند مرتبہ والا اور بڑا ہے، پس اسے وہ [جن] جو باتیں چرانے والے ہیں سن لیتے ہیں، اور باتیں چرانے والے ایک پر ایک ہوتے ہیں، اور حضرت سفیان ''جو راوی حدیث ہیں،، نے اسے اپنے ہاتھ سے بتایا، اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کیا، اور کچھ انگلیوں میں فاصلہ کیا، پس وہ کوئی بات سنتا ہے، پھر اسے اپنے

نیچے والے کو بتاتا ہے یہاں تک کہ وہ ساحر یا کاہن کو بتاتا ہے، پس کبھی اسے بات بتانے سے قبل شہابہ جلا دیتا ہے، اور کبھی بات بتا دینے کے بعد شہابہ اس پر گرتا ہے، اب وہ اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے، اگر کچھ ہو جائے تو کہا جاتا ہے فلاں فلاں روز ہم سے ساحر یا کاہن نے یہ نہیں کہا تھا؟ صرف اس بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی تھی اس کی تصدیق کی جاتی ہے [صحیح بخاری جلد ٦ رصفحہ ۲۸-۲۹]

(۱۰۸) یعنی جناتی اور انسانی شیطان۔

(۱۰۹) مطلب یہ ہے کہ انسانی اور جناتی شیاطین کان کے ذریعہ وسوسہ ڈالنے میں مشترک ہیں، اور شیطان بغیر کان کے واسطے کے وسوسہ ڈالنے میں بڑھا ہوا ہے، اور دونوں دوسرے معاملات میں مشترک ہیں ان ہی میں سے وحی شیطانی شمار کی گئی ہے.

(۱۱۰) مؤلف نے چند صفحہ قبل یہ فرمایا ہے کہ ''یہ قول بہت کمزور ہے چند وجوہات کی بنا پر،، وہاں سے یہاں تک مؤلف کی طرف سے پہلے قول کی تردید ہے [اور پہلا قول یہ ہے کہ ''من الجنۃ والناس،، بیان ہے ان لوگوں کا جن کے سینوں میں وسوسہ ڈالا گیا ہو] اور دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، دوسرا قول یہ ہے ''من الجنۃ والناس،، بیان ہے وسوسہ ڈالنے والے کا اور اس ترجیح پر ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بنیاد ڈالی ہے کہ پہلے قول پر استعاذہ صرف شیاطین جن سے ہوگا، اور دوسرے قول پر شیاطین انس وجن دونوں سے ہوگا [ملاحظہ کریں تفسیر المعوذتین صفحہ ۱۲۲]

علماء نے ''سورۃ الفلق اور ''سورۃ الناس،، کے استعاذہ کے درمیان ایک لطیف فرق ذکر کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ''سورۃ الفلق،، میں جس ذات کے ذریعہ پناہ مانگی گئی ہے وہ ایک ہی صفت کے ساتھ مذکور ہے، اور وہ ہے (رب الفلق) اور جن سے پناہ مانگی گئی ہے وہ تین ہیں، ''غاسق'' اور ''النفاثات'' اور ''الحاسد''

اور رہی سورۃ الناس تو اس میں جس ذات کے ذریعہ پناہ مانگی گئی ہے وہ تین صفات کے ساتھ مذکور ہے، اور وہ ''رب الناس'' ''ملک الناس'' ''الہ الناس'' اور جس چیز سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایک شر ہے ''الوسواس'' اور دونوں جگہوں میں فرق یہ ہے کہ یہ بات یقینا ضروری ہے کہ تعریف مطلوب کے مطابق ہو، پس پہلی سورت (الفلق) میں مطلوب نفس اور بدن کی سلامتی ہے، اور دوسری سورت میں مطلوب دین کی سلامتی ہے اور یہ اس بات پر تنبیہ بھی ہے کہ دینی نقصان۔ اگرچہ وہ کم ہو۔ دنیاوی نقصان سے۔ چاہے وہ بھاری ہو۔ بڑا ہے [ملاحظہ کریں تفسیر کبیر مؤلفہ امام رازی جلد ۳۲ رصفحہ ۱۹۹]

(۱۱۱) یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس، ان دونوں سورتوں کے تفسیر کی اصل [جسے حافظ ابن القیم نے تیار کیا تھا]

محقق کتاب فرماتے ہیں: اس سے قبل میں نے سورۃ الفلق کی تفسیر کی تحقیق کی ہے جسے مجلۃ البحوث الاسلامیہ کے شمارہ نمبر ۲۷ رمیں شائع کیا گیا ہے، پھر اسے مستقل طور پر شائع کیا ہے [اور اب بحمد اللہ ترجمہ کے ساتھ شائع ہوگئی ہے]

(۱۱۲) شیطان کی بنی آدم کے دل میں دو حالتیں ہیں:

۱۔ استقراری حالت۔

۲۔ گذرنے اور وسوسہ کی حالت۔

پس اگر انسان شیطان کے دل میں داخل ہونے والی کھڑکیاں اور راستے۔ جن میں سے چند کی طرف اس سے قبل اشارہ کیا ہے۔ اور ان ہی میں سے خواہشات کی اتباع، غصہ، حسد اور لالچ وغیرہ ہیں۔ بند کر دے اور شیطان پر اس کی غذا بند کر دے، تو شیطان کی ایسے دل میں استقراری حالت نہیں رہتی، صرف اس کیلئے گذرنے اور کھٹکا ڈالنے کی حالت باقی رہ جاتی ہے، جس سے شیطان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر روکتا ہے، پس اگر بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو وسوسہ ڈالتا ہے.

مؤلف نے یہاں ایسی بات کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دونوں حالتوں کو مانع ہے.

(۱۱۳) اسباب اس سے کہیں زیادہ ہیں مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اہم اور مشہور کا ہی ذکر کیا ہے، استاذ وحید عبد السلام نے اپنی کتاب ''وقایۃ الانسان من الجن والشیطان'' میں صفحہ ۳٦ پر حفاظتی بہت سے اصول ذکر کئے ہیں.

(۱۱۴) ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب [اغاثۃ اللھفان جلد ۱ رصفحہ ۱۰۹ رتا ۱۱۱] میں استعاذہ کے اسرار اور اس کی حکمت کے متعلق بڑی نفیس بحث کی ہے.

(۱۱۵) نیز سورۃ فصلت آیت: ۳٦.

امام غزالی فرماتے ہیں: جب دل میں کسی چیز کی یاد کھٹکتی ہے، تو اس سے قبل اس میں جو چیز ہوتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔ ہر چیز کا علاج اس کی ضد سے ہی کیا جاتا ہے، اور شیطان کے تمام وساوس کی ضد اللہ کا ذکر، اسی سے استعاذہ اور [اپنی] طاقت وقدرت سے براءت ہے، اور یہی معنیٰ ہیں آپ کے قول: ''أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ،، اور ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ'' کے [احیاء علوم الدین جلد ۳ رصفحہ ۲۸]

(۱۱٦) ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ اس معنیٰ کے صحیح ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: وہ

تمہارے قول "سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہ،، اور ابراہیم خلیل کے قول: "اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآئِ،، جیسا ہے [سورۃ ابراہیم آیت: ۳۹][تفسیر المعوذتین تالیف ابن القیم صفحہ ۷۹]

امام رازی اپنی تفسیر کی جلد ۱۹/صفحہ ۱۳۹/ پر فرماتے ہیں: اور ان کا یعنی ابراہیم علیہ السلام کا "لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ" کہنا ایسا ہے جیسے کہ تم کہو کہ بادشاہ نے فلاں بات سن لی [اور یہ اسی وقت کہا جاتا ہے جب کہ] بادشاہ اس کے بات کو کوئی حیثیت دے، اور مانے، اور اسی قبیل سے "سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہنا ہے.

(۱۱۷) یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا پڑھنا.

(۱۱۸) مجھے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی.

حدیث کے الفاظ یوں ہیں حضرت ابن عابس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے ابن عابس کیا تمہیں پناہ مانگنے والوں نے جن چیزوں کے ذریعہ سے پناہ مانگی ہے ان میں سب سے افضل چیز نہ بتلاؤں؟ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قل ھو اللہ احد،، "قل اعوذ برب الناس،، "قل اعوذ برب الفلق،، دونوں سورتیں،، [مسند امام احمد جلد ۴/صفحہ ۱۵۳/اور سنن النسائی جلد ۸/صفحہ ۲۵۲]

اور ایک دوسری حدیث میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے [مروی ہے] وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا: کہو، میں نے کہا کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قل ھو اللہ احد،، "قل اعوذ برب الناس،، "قل اعوذ برب الفلق،، پھر ان کو رسول اللہ ﷺ نے پڑھا، پھر ارشاد فرمایا: لوگوں نے ان سورتوں جیسی پناہ نہیں مانگی، یا یوں ارشاد فرمایا: لوگ ان سورتوں جیسی سے پناہ نہیں مانگ پائیں گے [نسائی نے اس حدیث کی روایت کی ہے سنن نسائی جلد ۸/صفحہ ۲۵۱]

(۱۱۹) صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رات جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں پھونکتے اور ان میں "قل ھو اللہ احد، اور قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھتے، پھر ان دونوں سے جہاں تک ممکن ہو سکتا اپنے جسم کو پھیرتے، سر، چہرہ اور جسم کے اگلے حصہ سے شروع کرتے اس طرح تین مرتبہ کرتے [صحیح بخاری جلد ۶/صفحہ]۱۰۶

(۱۲۰) حدیث پاک کے الفاظ کا ترجمہ یوں ہے کہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ معوذات "سورۃ الناس اور الفلق" کو ہر نماز کے بعد پڑھا کروں]سنن ابی داوٗد جلد ۲/صفحہ ۸۶/حدیث نمبر ۱۵۲۳/سنن النسائی جلد ۳/صفحہ ۶۸/جامع ترمذی جلد ۵/صفحہ ۱۷۱/امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب

ہے.]

(۱۲۱) حدیث کے الفاظ کا ترجمہ یوں ہے حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سخت اندھیری اور بارش والی رات میں رسول اللہ ﷺ کی جستجو میں نکلے تا کہ وہ ہمیں نماز پڑھائیں، چنانچہ ہم نے آپ کو پالیا، پس آپ نے ارشاد فرمایا: کہو میں نے کچھ نہیں کہا، پھر ارشاد فرمایا کہو: پھر میں نے کچھ نہیں کہا، پھر فرمایا: کہو، میں نے کہا کہ کیا کہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: قل ھو اللہ احد' اور معوذتین صبح و شام کو تین بار کہو تمہیں ہر چیز سے کافی ہوں گی]اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور یوں فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس طریق سے حسن صحیح غریب ہے، سنن ترمذی جلد ۵/صفحہ ۵۶۷۔۵۶۸/ابوداؤد جلد ۴/صفحہ ۳۲۲/سنن نسائی جلد ۸/صفحہ]. ۲۵۰

(۱۲۲) میں نے اس سے قبل اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ شیطان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب تم بستر پر اپنا ٹھکانہ پکڑو تو آیت الکرسی کو پڑھو، اللہ تعالی کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک نگراں برابر رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تم سے قریب نہیں ہوگا، اس پر [آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے ارشاد فرمایا [کہ اس نے تم سے سچ بولا لیکن وہ جھوٹا ہے، وہ شیطان ہے [صحیح بخاری جلد ۸/صفحہ]۱۰۴.

(۱۲۳) امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور یوں فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث پاک کا لفظی ترجمہ یوں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، اور بیشک وہ گھر جس میں سورت البقرۃ پڑھی جاتی ہے، شیطان اُس میں داخل نہیں ہوتا]امام ترمذی کی جامع صحیح جلد ۵/صفحہ]۱۵۷ مصنف رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ صحیح میں ہے اس سے مسلم شریف کی روایت کی طرف اشارہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یوں ہے: اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورت البقرۃ پڑھی جاتی ہے' [صحیح مسلم جلد ۱/صفحہ]۵۳۹

(۱۲۴) امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کی ہے [بخاری شریف جلد ۶/صفحہ ۱۰۴/نیز مسلم شریف جلد ۱/صفحہ ۵۵۵]

(۱۲۵) اس سورت کو سورہ غافر بھی کہتے ہیں اس کی آیت نمبر ۳ تک ارشاد ہے اور وہ تینوں آتیں یہ ہیں:

حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ، غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيْرِ

حم: یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے، ہر چیز کا جاننے والا ہے، گناہ کا بخشنے والا ہے، اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے، قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اسی کے پاس جانا ہے.

[سورۃ المؤمن:]۱۱

(۱۲۶) کتاب کے مخطوطہ میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے اور وہ غلط ہے [تفسیر ابن القیم جو اس تفسیر کی اصل ہے] کے چاروں ایڈیشنوں میں عبدالرحمن بن ابی بکر ابو ملیکہ سے روایت کرتے ہیں، کتاب کے ہندوستانی ایڈیشن [جو کہ] عبدالصمد شرف الدین کی تحقیق سے [شائع ہوا ہے اس میں بھی] عبدالرحمن بن ابی بکر بن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں، محقق کتاب نے اس پر تعلیق کرتے ہوئے لکھا ہے : دونوں ایڈیشنوں میں ''عبدالرحمن بن ابی بکر کی روایت ابو ملیکہ سے ہے اور یہ کھلی ہوئی غلطی ہے [تفسیر ابن القیم صفحہ ۹۹] [حالانکہ محقق نے جس بات کو غلط قرار دیا ہے] وہی صحیح ہے، اس لئے کہ اسی طرح جامع ترمذی میں آیا ہے یعنی عبدالرحمن بن ابی بکر کی روایت ابو بکر الملیکی سے ہے [جامع ترمذی جلد ۵ / صفحہ ۱۵۸ / اور اسی طرح سنن دارمی جلد ۲ / صفحہ ۴۴۹ / میں بھی آیا ہے]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے [تہذیب التہذیب جلد ۶ / صفحہ ۱۴۶ / میں عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی کے بارے میں علماء کے اقوال نقل کئے ہیں] ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں، ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حدیث کے معاملہ میں قوی نہیں ہیں، نسائی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں ہیں، اور امام احمد سے روایت ہے کہ منکر الحدیث ہیں، ساجی فرماتے ہیں کہ صدوق ہیں، ان میں ایسی کمزوری ہے جس سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے [یہ تو تھے عبدالرحمن بن ابی ملیکہ کے بارے میں علماء کے اقوال] رہی حدیث تو امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے، اور البانی نے ضعیف کہا ہے [دیکھئے ضعیف الجامع الصغیر جلد ۵ / صفحہ ۲۳۵ / حدیث نمبر ۵۷۸۱]

(۱۲۷) صحیح بخاری جلد ۴ / صفحہ ۹۵ / صحیح مسلم جلد ۴ / صفحہ ۲۰۷۱ / امام مسلم نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ: ''جو شخص،، سبحان اللہ وبحمدہ،، دن میں سو بار پڑھے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں چاہے سمندر کے جھاگ جتنے ہوں،،

(۱۲۸) بلکہ یہ خدا کی قسم عبادتوں میں سے سب سے آسان ہے، اور اگر دلوں پر شیاطین کے وساوس کا غلبہ، شہوتوں کا دھواں اور نفسیانیت کی بدلی نہ ہو تو زبانیں اس دعاء اور اس جیسی حفظ میں آسان، اور تلفظ میں سہل، اجر میں بلند، اور ثواب میں بہت زیادہ دعاؤں سے نہ تھکیں۔

(۱۲۹) بلکہ ذکر ہی پہلی وہ چیز ہے جسے شیطان بندہ پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد بھلوا دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَأَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ [سورۃ المجادلۃ آیت] ۱۹
اور شیطان اس شخص سے چمٹا رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ [سورۃ الزخرف آیت:] ۳۶
اور جو شخص اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جاوے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے

پس ذکر اور شیطان ایک دوسرے کی ضد ہیں جو اکٹھا نہیں ہوتے۔

ذکر کی فضیلت میں بہت سی احادیث آئی ہیں، ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اسلامی قوانین مجھ پر بہت زیادہ ہو گئے ہیں، آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے برابر تر رہے،، [مستدرک حاکم جلد ۱ / صفحہ ۴۹۵]

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم جنت کے باغیچوں سے گذرو تو چر لیا کرو، آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جنت کا باغیچہ کیا ہے؟ تو فرمایا ذکر کے حلقے [سنن ترمذی جلد ۵ / صفحہ ۵۳۲]

اگر ذکر کی فضیلت میں اس کے علاوہ کوئی اور فائدہ نہ ہو کہ وہ شیطان سے حفاظتی ذریعہ ہے، تب بھی بندہ کیلئے یہی لائق ہے کہ اس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سست نہ رہے [اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ذکر کی فضیلت میں نصوص نہ ہوں] چنانچہ صرف ذکر کی نہیں بلکہ اس کو کثرت سے کرنے کے سلسلہ میں آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ [سورۃ الانفال آیت:] ۴۵
اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے۔

اور اس پاک ذات کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا [سورۃ الزخرف آیت:] ۳۶
اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔

نیز اس بلند شان والے کا ارشاد ہے:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ [سورۃ الاحزاب آیت:] ۳۵
اور بکثرت خدا کے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں۔

اور اس بلند ذات کا یہ بھی ارشاد ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا [سورۃ الاحزاب آیت:] ۳۵
پھر جب تم اپنے اعمالِ حج پورا کر چکا کرو تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے بڑھ کر ہو۔

مذکورہ آیت کے علاوہ کثرت ذکر کے حکم پر مشتمل بہت سی آیات ہیں۔

ذکر اور جہاد کے درمیان کون افضل ہے اس سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، ابن القیمؒ نے بڑی دقیق تفصیل کی ہے وہ فرماتے ہیں: اور یہ حدیث ذکر اور مجاہد کے درمیان فضیلت کے سلسلہ میں فیصلہ کن ہے، پس بلا شبہ ذاکر مجاہد اس ذاکر سے افضل ہے جو مجاہد نہ ہو، اور اس مجاہد سے افضل ہے جو غافل ہو، اسی طرح ذاکر غیر مجاہد، مجاہد غافل سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہے، پس ذکر کرنے والوں میں سب سے افضل مجاہدین ہیں، اور مجاہدین میں سب سے افضل ذکر کرنے والے ہیں [الوابل الصیب مؤلفہ ابن القیم صفحہ ۴۹]

یہ جگہ ذکر کے فوائد کو تفصیل سے ذکر کرنے کی نہیں ہے، ہمارے لئے ابن القیم رحمہ اللہ کا ارشاد کافی ہے کہ ذکر میں سو سے زائد فائدے ہیں، اور انہوں نے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ ان میں سے ننانوے فوائد کا ان آیات و احادیث کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، پس جو شخص مزید بھلائی، سمجھ، اور فائدہ چاہتا تو ان فوائد کا مراجعہ [الوابل الصیب صفحہ ۵۲] پر کرے۔

(۱۳۰) حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان جسموں کو پاک رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں پاک رکھے۔ پس بیشک کوئی بندہ پاکی کی حالت میں رات نہیں گزارتا مگر اس کے ساتھ اس کے بستر میں ایک فرشتہ رات گزارتا ہے، اور بندہ رات کی کسی گھڑی میں کروٹ نہیں لیتا مگر فرشتہ یہ کہتا ہے کہ: اے اللہ اپنے بندہ کی مغفرت فرما، پس بے شک اس نے پاکی کی حالت میں رات گزاری ہے،، [حافظ منذری ترغیب و ترہیب جلد ۱ رصفحہ ۴۰۹] میں لکھتے ہیں کہ اس جیسی روایت امام بزار نے حضرت عمر سے نقل کی ہے [دیکھئے کشف الاستار عن زوائد البزار مؤلفہ حافظ ہیثمی جلد ۱ رصفحہ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ حافظ ہیثمی فرماتے ہیں ''اسی طرح یہ روایت بزار میں ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ اچھی سند والی ہوگی،، مجمع الزوائد جلد ۱ رصفحہ ۱۲۶]

(۱۳۱) حدیث میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا، کوئی تین آدمی ایسے نہیں جو کسی ایسے گاؤں یا دیہات میں رہتے ہوں جس میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو مگر شیطان ان پر غالب ہو جاتا ہے، پس تمہارے لئے جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے، پس بے شک بھیڑیا بکریوں میں سے دور رہنے والی کو کھاتا ہے۔ [ابوداؤد نے اس کی روایت کی ہے جلد ۱ رصفحہ ۱۵۰]

(۱۳۲) حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر اور وضو و نماز، شیطان کی گرہوں کو کھولنے کے اسباب ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان تم

سے کسی کے سر کی گدی پر سوتے وقت تین گرہیں لگاتا ہے ہر گرہ پر مارتا ہے کہ تمہارے لئے رات لمبی ہے پس سوتے رہو، پس اگر بندہ بیدار ہوا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پس اگر نماز پڑھی تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پس بندہ ایسی حالت میں صبح کرتا ہے کہ وہ چاق و چوبند اور اچھی طبیعت والا ہوتا ہے، ورنہ خبیث طبیعت والا اور سست رہتا ہے [اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے، بخاری جلد ۲ رصفحہ ۲۶ رمسلم جلد ۱ رصفحہ ۵۳۸]

(۱۳۳) یہ حفاظتی نسخہ ان مذکورہ نسخوں میں سب سے اہم ہے، اگرچہ منجملہ سب سے اہم نہ ہو، اس لئے کہ یقینا یہ مذکورہ چاروں چیزیں شیطان کی غذا ہیں، بات کی وضاحت کے لئے میں ایک مثال دیتا ہوں شیطان کی مثال بھوکی بلی جیسی ہے، اگر آپ بیٹھے ہوں اور آپ کے سامنے کھانا ہو تو وہ آپ کے اوپر مسلط رہتی ہے، آپ کے دائیں، بائیں، پیچھے سے آئے گی، اور آپ سے قریب و دور ہوگی، آپ اس کو ہر بار بھگائیں گے، بلکہ کبھی ماریں گے بھی لیکن وہ پھر لوٹے گی اور آپ اس کے ساتھ برابر رسہ کشی میں رہیں گے، اور اگر آپ کے سامنے کھانا نہ ہو، تو صرف ایک ڈانٹ اس کو بھگانے کے لئے کافی ہوگی، پس [اسی طرح] سے شیطان دل پر۔ اگر اپنی غذا اس میں پائے۔ مسلط رہتا ہے، اور اس کی غذا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے: بلا وجہ گفتگو، ادھر ادھر دیکھنا، لوگوں سے کثرت سے ملنا جلنا اور ضرورت سے زیادہ کھانا ہے، پس شیطان اگر نہ پائے، تو ذکر کرتے ہی لوٹ جاتا ہے، اسلئے شیطان کو بھگانے کے لئے دل کو اس کی غذا سے خالی رکھنا اور کثرت سے ذکر کرنا [ان دونوں باتوں کو جمع کرنا] ضروری ہے۔

اور جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں: پس ایسا دل جو شیطان کی غذا سے خالی ہو اس سے شیطان ذکر کرتے ہی رک جاتا ہے، اور رہی شہوت پس جب دل پر غالب آجاتی ہے تو ذکر کی حقیقت کو دل کے گوشوں کی طرف دھکیل دیتی ہے، جس کے نتیجے میں ذکر دل کی گہرائیوں پر قابو نہیں پاتا، پس شیطان دل کی گہرائیوں کو آماجگاہ بنالیتا ہے، رہے متقیوں کے قلوب جو خواہشات اور صفات مذمومہ سے خالی ہوتے ہیں تو ان کو بھی شیطان کھٹکھٹاتا ہے، لیکن خواہشات کے لئے نہیں، بلکہ ان کے ذکر سے خالی ہونے کی وجہ سے، پس جب دل ذکر کی طرف لوٹتا ہے تو شیطان چھپ جاتا [احیاء علوم الدین جلد ۳ رصفحہ ۳۷] اور جیسا کہ بعض نے شیطان کے دل پر قبضہ جمانے کی تشبیہ یوں دی ہے: کہ اس کی مثال گھر جیسی ہے جس سے چور گذرتے ہوں پس اگر اس میں کچھ مال ہو تو گھسیں ورنہ چھوڑ دیں اور گذر جائیں [احیاء العلوم جلد ۳ رصفحہ ۲۸]

(۱۳۴) آنکھوں کی حفاظت کے بہت سے فوائد ہیں جن کی تفصیل باعث طوالت ہے، ابن القیم رحمہ اللہ نے اس مقام پر بہت عمدہ بات [لکھی ہے] وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ [سورۃ النور آیت : ۳۰]

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے، بے شک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو لوگ کیا کرتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے پاکی کو نگاہ کے نیچی رکھنے اور شرمگاہ کے محفوظ رکھنے کے بعد رکھا، اسی وجہ سے نگاہوں کا حرام چیزوں سے پست رکھنا تین ایسے فوائد کو لازم کرتا ہے جو مہتم بالشان اور عظیم المرتبت ہیں:

ا۔ ایمان کی مٹھاس اور اس کی لذت، پس جس نے اللہ کے واسطے کسی چیز کو چھوڑا اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدلہ دیتے ہیں۔

۲۔ دوسرا فائدہ قلب کا نور، صحیح فراست ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ کسی کام کا بدلہ کئے ہوئے کام کے قبیل سے ملتا ہے، پس جیسا کہ اس نے اپنی نگاہوں کی روشنی کو محرمات سے روکا، اللہ تعالیٰ نے اس کو بصیرت اور دل کا نور عطا کیا، اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے قصہ اور جس چیز میں وہ لوگ مبتلا کئے گئے تھے اس کو ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ — اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہلِ بصیرت کیلئے۔

[سورۃ الحجر آیت: ۷۵]

یعنی وہ ہوشیار لوگ ہیں جو حرام نگاہوں اور برائی سے بچیں۔

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اپنی نگاہوں کے پست رکھنے اور شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے کے حکم کے بعد ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ — اللہ تعالیٰ نور دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔

[سورۃ النور آیت: ۳۵]

۳۔ تیسرا فائدہ دل کی قوت، اور اس کا ثابت رہنا، اور اس کی شجاعت ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو قوتِ قلب کی وجہ سے غلبہ والی مدد دیتا ہے، جیسا کہ اس کو اس کے نور کی وجہ سے غلبہ والی حجت دیتا ہے [اغاثۃ اللہفان مؤلفہ ابن القیم جلد ۱/صفحہ ۵۹-۶۱ تک تصرف کے ساتھ]

(۱۳۵) مسند امام احمد بن حنبل میں جو حدیث ہے وہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس مسلمان کی نظر کسی عورت کے جمال کی طرف پڑ جائے، پھر وہ اپنی نگاہ نیچی کر لے اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں ایسی حلاوت پیدا کریں گے جس کو وہ محسوس کرے گا [مسند امام احمد جلد ۳/صفحہ ۱۷۶] شیخ البانی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''بہت ضعیف،، ہے ملاحظہ

کریں ''سلسلہ الاحادیث الضعیفہ'' جلد ۳/صفحہ ۱۷۶]

رہی وہ حدیث جس سے مؤلف نے استدلال کیا ہے وہ معجم طبرانی میں ہے، مسند میں نہیں ہے، شاید مؤلف سے یا کتاب کو نوٹ کرنے والے سے الٹ پھیر ہو گئی۔

امام منذری ترغیب وترہیب جلد ۳/صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے اور امام حاکم نے [متدرک جلد ۴/صفحہ ۳۱۴] میں عبدالرحمن بن اسحاق واسطی سے روایت کی ہے اور وہ ضعیف ہیں، شیخ البانی فرماتے ہیں: بہت کمزور ہیں [ملاحظہ کریں سلسلہ الاحادیث الضعیفہ جلد ۵/صفحہ ۱۷۷]

(۱۳۶) زبان کی آفتوں کے ذکر سے بات ختم ہونے والی نہیں ہے، چنانچہ علماء اخلاق اور نفس کو مہذب کرنے والوں نے اس کی طرف خاص توجہ دی ہے اور ان میں سے چند نے مستقل کتابیں، خاموش رہنے اور ''زبان کی حفاظت'' کے سلسلے میں لکھی ہیں،، نیز ''زبان کی آفتوں،، اور اس کی حفاظت کے سلسلے میں مختلف مقالات اور رسائل بھی ہیں۔

(۱۳۷) مثلاً غیبت، اور چغلی، بدکاری، لڑائی، جھگڑا، گانا بجانا، جھوٹ بولنا، مذاق اڑانا ٹھٹھا کرنا، لعنت بھیجنا، گالی گلوچ کرنا، راز فاش کرنا، نفاق وغیرہ زبان کی بہت سی آفتیں ہیں۔ جیسا کہ مؤلف نے بیان کیا۔ جو شیطان کے لئے دروازوں کو کھولتی ہیں۔

(۱۳۸) اس حدیث کی روایت امام احمد نے اپنی مسند [جلد ۵/صفحہ ۲۳۱] میں کی ہے، امام ترمذی نے بھی روایت کی ہے [ترمذی جلد ۵/صفحہ ۱۲] نیز امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، متدرک میں امام حاکم نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے [متدرک حاکم جلد ۲/صفحہ ۴۱۳] اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، بخاری ومسلم کی شرط پر ہے لیکن ان دونوں نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا ہے، نیز امام ذہبی نے حاکم کی موافقت بھی کی ہے۔

(۱۳۹) اس حدیث کی روایت امام ترمذی نے کی ہے ترمذی جلد ۴/صفحہ ۲۳۱۶ امام ترمذی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، نیز اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''کتاب الصمت،، میں صفحہ ۷۳/ پر دوسرے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ زبان کی حفاظت کی ترغیب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے:

نمبر ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: بے شک بندہ ایسی بات بولتا ہے جس کی برائی اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج پر غور نہیں کرتا، اس کی وجہ سے ایسی جہنم میں گر جاتا ہے جو مشرق ومغرب کے درمیان مسافت سے زیادہ

دور ہے [امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کی ہے جلد ۷ رصفحہ ۱۸۴ رمسلم شریف جلد ۴ رصفحہ ۲۲۹۰]

نمبر ۲۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے یا چپ رہے۔

(۱۴۰) اسی بنا پر جب نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: دونوں گہری چیزیں، منہ اور شرمگاہ [مسند امام احمد جلد ۲ رصفحہ ۲۹۱ راور سنن ترمذی جلد ۴ رصفحہ ۳۶۳] امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح غریب ہے، امام حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے، امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، [مستدرک حاکم جلد ۴ رصفحہ ۳۲۴]

نیز نبی ﷺ نے اس شخص کے لئے جو ان دونوں [منہ اور شرمگاہ] کو محرمات سے محفوظ رکھے جنت کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: جو شخص میرے لئے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان اور دونوں ٹانگوں کے درمیان جو ہے اس کی ضمانت لے لے، تو اس کے لئے میں جنت کا ضامن ہوں گا [بخاری شریف جلد ۷ رصفحہ ۱۸۴]

(۱۴۱) یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب کیا جاتا ہے [ملاحظہ فرمائیں تصفیۃ القلوب مؤلفہ یحییٰ بن حمزہ یمانی صفحہ ۱۰۰]

یہاں یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ زبان کی حفاظت فضول بات سے ہی کرنی ہے، کیوں کہ زبان کی حفاظت ایسا حق ہے جو دو باطل کے درمیان ہے، یا یوں کہئے کہ زبان کی دو بڑی آفتیں ہیں (۱) بات کرنے کی آفت (۲) چپ رہنے کی آفت.

اب اگر بندہ ان میں سے ایک سے محفوظ ہو جائے تو شاید ہی دوسرے سے محفوظ ہو سکے حالانکہ دوسری صفت پہلی سے کم خطرناک نہیں، چنانچہ حق بات کہنے سے چپ رہنے والا گونگا شیطان ہے، اور ناحق بات سے گفتگو کرنے والا بولنے والا شیطان ہے، بہت سے لوگوں کی زبانیں دونوں میں سے کسی ایک باطل کی طرف یا بیک وقت دونوں باطل کی طرف پھسل جاتی ہے.

اہل حق نے اپنی زبانوں کو باطل سے روکا اور خیر وفضیلت کی باتوں میں چھوڑ دیا، پس ان کا خاموش رہنا ذکر، مناجات، دعاء، باطل سے رکنا ہے، اور ان کا کلام کرنا ذکر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنْ نَّجْوٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ [سورۃ النساء: ۱۱۴]

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں.

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک بندہ اللہ تعالی کو خوش کرنے والی باتوں میں سے کوئی بات کہتا ہے جس کی طرف وہ دھیان نہیں دیتا، اللہ تعالی اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرماتے ہیں، اور بندہ اللہ تعالی کو ناراض کرنے والی باتوں میں سے کوئی بات کہتا ہے جس کی جانب وہ دھیان نہیں دیتا، اس کی وجہ سے اللہ تعالی اس کو جہنم میں دھکیل دیتے ہیں [بخاری شریف جلد ۷ رصفحہ ۱۸۵ رنیز ملاحظہ فرمائیں آفات اللسان مؤلفہ ابراہیم المشوخی صفحہ ۱۵۹]

(۱۴۲) امام غزالی نے [منہاج العابدین کے صفحہ ۱۰۳] اور اس کے بعد کے صفحات میں حلال کھانے کو ضرورت سے زیادہ کھانے کی دس آفتیں ذکر کی ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ پس دنیا کے حلال کا حساب ہے اور اس کے حرام پر عتاب ہے، اور اس کی زینت ہلاکت کی طرف لے جانے والی ہے، پس یہ مجموعی طور پر دس ہیں، جن میں سے اپنے نفس کیلئے غور کرنے والے کیلئے صرف ایک میں کفایت ہے [منہاج العابدین صفحہ ۱۰۶]

نیز ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر حدیث پاک ''مَا مَلأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ'' کی شرح کرتے ہوئے اپنی کتاب [جامع العلوم والحکم'' صفحہ ۳۱۶-۳۲۸] میں بڑی نفیس بحث کی ہے.

(۱۴۳) یہ حدیث پاک کے الفاظ کا ایک ٹکڑا ہے، پوری حدیث کا ترجمہ یوں ہے: شیطان بنی آدم کے رگ میں دوڑتا ہے، پس تم لوگ اس کی گذرگاہ کو بھوک اور روزہ سے تنگ کرو، حدیث پاک کا پہلا ٹکڑا بخاری ومسلم میں ہے، لیکن دوسرا ٹکڑا ''پس تم......'' یہ ان دونوں کتابوں میں نہیں ہے، اس حدیث کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب [حقیقۃ الصیام کے صفحہ ۵۷] پر ذکر کیا ہے، شیخ البانی نے حدیث کے دوسرے ٹکڑے کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کی کوئی اصل حدیث کی مطبوع یا مخطوط کتابوں میں نہیں ہے، ہاں اس ٹکڑے کا ذکر بطور حدیث غزالی نے اپنی کتاب [احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲۰۸ اور جلد ۳ صفحہ ۷۰] میں دو جگہ کیا ہے، ''احیاء العلوم'' کی تخریج کرنے والے حافظ عراقی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں] حقیقۃ الصیام مؤلفہ ابن تیمیہ جس کے حدیثوں کی تخریج البانی نے کی ہے صفحہ ۵۷-۷۶]

(۱۴۴) حدیث پاک کے الفاظ کا ترجمہ یوں ہے: ابن آدم نے پیٹ سے برا برتن نہیں بھرا، بنی آدم کو چند لقمے، جو اس کی کمر سیدھی رکھیں کافی ہیں، پس اگر ضروری ہی ہو تو پیٹ کا ایک تہائی حصہ اس کے کھانے کے لئے ہو اور ایک تہائی حصہ پانی کے لئے اور ایک تہائی حصہ سانس کیلئے]اس حدیث کی روایت امام احمد نے اپنی مسند جلد ۴ صفحہ ۱۳۲ میں کی ہے، نیز امام حاکم نے اپنی مستدرک جلد ۴ صفحہ ۳۳۱-۳۳۲ میں کی ہے، اور اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز امام ذہبی نے ان کی موافقت بھی کی ہے، اور شیخ البانی نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے]ارواء الغلیل جلد ۷ رصفحہ]۴۱

(۱۴۵) امام غزالی نے [احیاء العلوم جلد ۳ صفحہ ۸۰] پر بھوکے رہنے کی فضیلت اور پیٹ بھرنے کی مذمت پر بحث کی ہے اور صفحہ ۸۴ پر ایک دوسرے موضوع ''بھوکے رہنے کے فوائد اور پیٹ بھرنے کی آفات'' کا ذکر کیا ہے، اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ بھوکے رہنے میں دس فائدے ہیں جن میں سے: دل کی صفائی، عقل کی روشنی، اور بصیرت کا نافذ کرنا ہے، اور اس کے فوائد میں سے: عاجزی، انکساری، تکبر کا زائل ہونا نیز اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ: اللہ تعالی کے عذاب اور اس کی جانب سے ابتلاء کو نہیں بھلاتا، نیز گناہوں کی خواہش کو توڑتا ہے، اور اس کے فوائد میں سے بدن کی صحت اور امراض کا دفاع ہے، اس کے علاوہ بھوکے رہنے کے بہت سے فوائد ہیں.

پھر فرماتے ہیں: پس بھوکا رہنے کے یہ دس فوائد ہیں ان میں سے ہر ایک فائدہ سے اتنے فوائد نکلتے ہیں جن کے عدد منحصر نہیں اور اس کے فوائد کی انتہا نہیں [احیاء العلوم جلد ۳ صفحہ ۸۸]

(۱۴۶) ابن القیم رحمہ اللہ علیہ نے لوگوں سے ملنے جلنے کے ضابطہ کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: لوگوں سے ملنے جلنے کے معاملہ میں نفع بخش ضابطہ یہ ہے کہ لوگوں سے خیر کے معاملات جیسے جمعہ، جماعت، عیدین، حج، علم سیکھنے، جہاد اور نصیحت میں میل جول رکھے، اور برے معاملات اور فضول مباح باتوں میں کنارہ کش رہے، پس اگر شر میں لوگوں سے میل جول رکھنے کی ضرورت کا تقاضا ہو، اور بندہ کا لوگوں سے کنارہ کش ہونا ممکن نہ ہو تو خبردار خبردار ان سے اتفاق نہ کرے، نیز ان کی اذیتوں پر صبر کرے، کیوں کہ وہ لوگ اس بندے کو اگر اس کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو تو ضرور تکلیف پہونچائیں گے، لیکن یہ تکلیف ایسی ہوگی جس کے بعد رب العالمین، مومنوں اور تکلیف پہونچانے والوں کی طرف سے عزت، تعظیم، محبت اور تعریف حاصل ہوگی، لیکن بندہ کے شر میں لوگوں کی موافقت کرنے کے نتیجے میں رب العالمین مومنوں اور اہل شر کی طرف سے ذلت بغض، مذمت اور ناپسندیدگی میسر ہوگی، پس ان کی تکلیف دہی پر صبر باعتبار انجام بھلا اور اچھا اور نتیجہ کے اعتبار سے عمدہ ہے.

اور اگر ضرورت ایسے لوگوں سے فضول مباح چیزوں میں اختلاط کی متقاضی ہو تو اس بات

کی ضرور کوشش کرے کہ اس مجلس کو بصورت ممکنہ اللہ کی اطاعت کی طرف موڑ دے.

(۱۴۷) ابن القیم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: لوگوں سے اختلاط کتنی ہی مصیبتوں کو کھینچ کر لایا ہے، اور کتنی ہی نعمتوں کو دور کیا ہے، اور کتنے ہی امتحانات لایا ہے، اور کتنی ہی عطایا کو معطل کیا ہے، اور کتنے ہی مصائب کو اتارا ہے اور مشاکل میں مبتلا کیا ہے...... لوگوں کیلئے آفت لوگ ہی ہیں.

پھر ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ دوستی دنیا میں ایک طرح کی محبت اور بعض کا بعض سے ضرورت کو پوری کرنا ہے، پھر یہ دوستی حقائق کے پرکھ کے وقت دشمنی کی طرف پلٹ جاتی ہے، اور دوست اپنی انگلیوں کو حسرت سے کاٹتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھاویگا اور کہے
اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلاً يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ گا کیا اچھا ہوتا میں رسول کے ساتھ راہ پر لگ لیتا، ہائے
أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلاً لَقَدْ أَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ میری شامت، کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست
إِذْ جَاءَنِيْ [سورۃ الفرقان: ۲۷-۲۹] نہ بناتا، اس نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے اس سے بہکا دیا

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَلْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا تمام دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن
الْمُتَّقِيْنَ [سورۃ الزخرف: ۶۷] ہوجائیں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے

[مدارج السالکین جلد ۲ رصفحہ ۴۵۵]

(۱۴۸) احمد بن المیدانی اپنی کتاب ''مجمع الامثال'' کے جلد ۲ رصفحہ ۴۴ پر فرماتے ہیں، کہ لوگوں کا مثال کے طور پر یہ کہنا کہ فلاں چیز سرخ ماچس سے بھی زیادہ نادر ہے، تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ سرخ سونا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جس چیز کا وجود ہی نہ ہو صرف تذکرہ ہو.

(۱۴۹) محقق کتاب فرماتے ہیں کہ دوا کا استعمال اس کی ضرورت کے وقت دو دھاری تلوار ہے پس اس وقت کیا حال ہوگا جب آپ کو اس کی ضرورت ہی نہ ہو.

(۱۵۰) خلیل بن احمد نے لوگوں کے حالات ان کے علم و جہل کے اعتبار سے چار طرح کے بیان کئے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں: انسان چار طرح کے ہیں.

۱- ایسا آدمی جو جانکار ہو، اور یہ بھی جانتا ہو کہ وہ جانکار ہے، تو وہ عالم ہے اس سے پوچھو.

۲- ایسا آدمی جو جانکار ہے، لیکن وہ اس سے باخبر نہیں کہ وہ جانکار ہے، تو وہ بھولا ہوا ہے اس کو یاد دلاؤ.

۳- ایک ایسا آدمی جو جانکار نہیں ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ جانکار نہیں ہے، تو وہ ہدایت کا طلبگار

ہےاس کوراستہ دکھاؤ۔

۴۔ایک ایسا آدمی جو جانکار نہیں ہے، یہ بھی جانتا کہ وہ جانکار نہیں ہے، پس وہ جاہل ہے تو اسے ردکرو[ادب الدنیاوالدین مؤلفہ ابوالحسن ماوردی صفحہ ۸۴]

(۱۵۱)امام شافعی رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت چاروں اماموں میں سے ایک امام ہیں، ان ہی کی طرف شوافع اپنی نسبت کرتے ہیں، انکا نام محمد بن ادریس ہے، ان کی پیدائش ۱۵۰ھ میں اور وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی، ان کے اساتذہ میں سے حضرت سفیان بن عیینہ، امام مالک بن انس وغیرہ ہیں اور ان کے شاگردوں میں سے امام احمد بن حنبل، اور حضرت ابوثور، امام ازرقی، ماجشون، اصمعی، ابن ہشام، علی بن المدینی، ابوعبید القاسم بن سلام، ، قاضی یحیی بن اکثم ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کی ذات تعارف کرائے جانے سے زیادہ مشہور ہے۔

(۱۵۲)امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لوگوں کے اختلاط سے متعلق حکیمانہ اقوال میں سے یہ ہے: لوگوں سے سمٹ کر رہنا دشمنی کو جنم دیتا ہے، اور زیادہ ربط ضبط برے ساتھیوں کو کھینچ کر لاتا ہے، پس تم اعتدال اختیار کرو[صفۃ الصفوۃ مؤلفہ ابن الجوزی جلد ۲/ ۲۵۳] اور فرماتے ہیں کہ: ایسے شخص کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں جس کی آؤ بھگت کی تم کو ضرورت پڑے[طبقات الشافعیہ الکبری مؤلفہ امام سبکی جلد ۲/ صفحہ ۱۳۶]

(۱۵۳)یہاں مراد ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں جو ابن القیم کے شیخ ہیں۔

(۱۵۴)ابن القیم رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں: اور اگر آپ سنت کی اتباع کریں اور ان باتوں کو چھوڑ دیں جو اس کی مخالف ہوں تو لوگ کہیں گے کہ تم بدعتی گمراہ کرنے والوں میں سے ہو، اور اگر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور ان کو ان کی مراد اور دنیا کے درمیان چھوڑ دیں تو کہیں گے کہ تم شبہ میں ڈالنے والے ہو۔

(۱۵۵)یہی وہ سازشیں ہیں جن سے دین کی دعوت دینے والے اور مصلحین ہر زمانہ میں اور ہر جگہ دوچار ہوتے ہیں، داعیوں اور مصلحوں نے کبھی کبھی اپنے وقت کے لوگوں کی شکایت بھی کی ہے، اور وہ کمزوری یا ناامیدی کا شکوہ نہیں ہے، بلکہ آنے والے لوگوں کے لئے نصیحت اور تعلیم کا شکوہ ہے کہ لوگوں کا مصلحین اور مجددین کے ساتھ یہ معاملہ تھا۔

چنانچہ امام شاطبیؒ اپنے اوپر لوگوں کی طرف سے لگائی جانے والی تہمتوں کو شمار کرانے اور ان کے دفاع کرنے کے بعد اپنے زمانہ کے لوگوں کا شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پس میری حالت مشہور امام حافظ ابن بطہ کی اپنے عہد کے لوگوں سے جس طرح کی تھی ان ہی جیسی ہے، چنانچہ وہ اپنے

بارے میں فرماتے ہیں: میں اپنی حالت پر تعجب کرتا ہوں، چاہے وہ سفر میں ہو یا حضر میں، قریبی لوگوں کے ساتھ ہو یا دور کے لوگوں کے ساتھ، جانے پہچانے لوگوں کے ساتھ ہو یا غیر متعارف کے ساتھ، یہاں تک کہ وہ فرماتے ہیں: پس اگر میں جو کچھ میرا مخالف کہتا اس کی تصدیق کرتا، جیسا کہ اس زمانہ کے لوگ کرتے ہیں، تو مجھے موافق بتاتا، اور اگر اس کی بات میں سے کسی حرف یا اس کے کام میں آڑے آتا تو میرا نام مخالفت کرتا، اور اگر میں ان میں سے کسی بات کے بارے میں یہ ذکر کرتا کہ قرآن وحدیث میں اس کے خلاف آیا ہے تو مجھے خارجی کہتا، اور اگر میں توحید میں اس کو کوئی حدیث سناتا تو مجھے مشبہّ کہتا، اور اگر رویت کے بارے میں بیان کرتا تو میرا نام سالمی رکھتا، اور ایمان کے بارے میں کوئی حدیث پڑھتا تو میرا نام مرجئ رکھتا، اور اگر اعمال کے بارے میں پڑھتا تو مجھے قدری بتاتا، اور اگر معرفت کے باب میں ہوتی تو مرا نام کرامی رکھتا، اور اگر حضرات شیخین (ابوبکر وعمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل کے بارے میں پڑھتا تو مجھے ناصبی بتاتا، اور اگر اہل بیت کے فضائل کے بارے میں سناتا تو میرا نام رافضی رکھتا، اور اگر میں کسی آیت یا حدیث کی تفسیر سے خاموش ہو جاتا یا صرف ان ہی دونوں سے جواب دیتا تو میرا نام ظاہری رکھتا، اور اگر ان دونوں کے علاوہ سے جواب دیتا تو میرا نام باطنی رکھتا، اور اگر کسی تاویل سے اس کا جواب دیتا تو مجھے اشعری بتاتا، اور اگر میں ان دونوں کا انکار کرتا تو میرا نام معتزلی رکھتا، غرض یہ کہ جس قدر بھی میں ان میں سے بعض کی موافقت کرتا ان کے علاوہ لوگ مجھ سے دشمنی رکھتے، اور اگر ان کی جماعت کے ساتھ منافقت کرتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ناراض کرتا، اور وہ لوگ مجھے اللہ سے کسی چیز سے بے نیاز نہیں کر سکتے تھے، بے شک میں قرآن وسنت کو پکڑے ہوا ہوں، اور اس اللہ تعالیٰ سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو غفور رحیم ہے اس سے استغفار کرتا ہو[الاعتصام جلد ۱/صفحہ ۲۸-۲۹]

مترجم کہتا ہے کہ: مذکورہ کلام میں خارجی، مشبہّ، سالمی، مرجئ، قدری، کرّامی، ناصبی، رافضی، ظاہری، باطنی، معتزلی کا ذکر آیا ہے یہ سب فرقوں کے نام کی طرف نسبت ہے، اور سب گمراہ فرقے ہیں۔

(۱۵۶)یہ شعر متنبی کے ایک قصیدہ کا ہے جس میں وہ قاضی ابوالفضل احمد بن عبداللہ انطا کی کی تعریف کر رہے ہیں[ملاحظہ کریں شرح دیوان المتنبی مؤلفہ برقوقی جلد ۳/صفحہ ۲۷۶]

(۱۵۷)یہ شعر طرماح بن حکیم کا ہے[ملاحظہ کریں الشعر والشعراء مولفہ ابن قتیبہ صفحہ ۳۹۰]

(۱۵۸)یعنی اس سے پہلے مذکورہ ۹ نسخوں کو، گویا اس نسخہ کے ساتھ دس ہوا۔

(۱۵۹)یہ ایک عربی مثل ہے۔

(۱۶۰)علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے سورۃ الناس سے قرآن کریم کو ختم کرنے پر ایک بڑا لطیف نکتہ ذکر کیا ہے اس

کی تفصیل یوں ہے ’’کہ قرآن دل میں ہدایت، علم اور خیر کا مادہ ہے، جیسے پانی گھاس اگانے کا مادہ ہے، اور شیطان آگ ہے، جو گھاس کو فوری طور پر جلاتا ہے، پس شیطان جب بھی بھلائی کی کھیتی کو اگتا محسوس کرتا ہے اس کے جلانے اور برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے، پس بندہ کو یہ حکم دیا گیا کہ اللہ عزوجل سے شیطان کی چالوں سے پناہ مانگے، تاکہ اس کے قرآن سے حاصل شدہ نعمت کو برباد نہ کرے۔

تو گویا جس نے قرأت کے بعد ’’اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم‘‘ پڑھا اس نے اس معنیٰ کا لحاظ کیا اور وہ خدا کی قسم عمدہ ملحوظہ ہے، مگر حدیث میں اور صحابہ کے آثار میں استعاذہ تلاوت شروع کرنے سے پہلے وارد ہوا ہے اور وہی جمہور امت سلف وخلف کا قول ہے اور اس پر عمل دونوں باتوں کو حاصل کرانے والا ہے [اغاثۃ اللہفان مولفہ ابن القیم جلد: ۱/ صفحہ ۱۱۰]

واللہ أعلم وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

مآخذ ومراجع

۱۔ آفات اللسان، تالیف: ابراہیم المشوخی، تیسرا ایڈیشن ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۵م، ناشر مکتبہ المنار الاردن۔

۲۔ آکام المرجان فی احکام الجانّ، تالیف: ابوعبد اللہ عمر بن عبد اللہ الشبلی، ناشر: دار الباز۔ مکۃ المکرمۃ۔

۳۔ احیاء علوم الدین، تالیف: ابوحامد الغزالی، ناشر: دار الندوۃ الجدیدۃ بیروت۔

۴۔ ادب الدنیا والدین، تالیف: ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، تحقیق وتعلیق/ مصطفی السقاء دار الباز مکۃ المکرمۃ، چوتھا ایڈیشن ۱۳۹۸ھ۔

۵۔ الاشاد الی صحیح الاعتقاد، تالیف: ڈ/صالح بن فوزان الفوزان، ناشر: الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد، السعودیۃ پہلا ایڈیشن ۱۴۱۰ھ۔

۶۔ تفسیر ابی السعود (ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم) تالیف ابوالسعود محمد بن

محمد العمادی، ناشر: دار المصحف، القاہرۃ۔

۷۔ ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، تالیف محمد ناصر الدین الالبانی، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، مشق، پہلا ایڈیشن ۱۳۹۹ھ۔

۸۔ الاعتصام، تالیف: ابواسحاق ابراہیم الشاطبی، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت۔

۹۔ اغاثۃ اللہفان من مصاید الشیطان، تالیف ابن القیم، تحقیق/ محمد سید کیلانی، ناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی الالبابی الحلبی وشرکاہ بمصر ۱۳۸۱ھ۔

۱۰۔ الایضاح فی علوم البلاغۃ، تالیف: خطیب القروینی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۵ھ۔

۱۱۔ ایقاظ الحواس فی بعض اسرار سورۃ الناس، السید عبد اللہ بن عبد الباری الاہدل، پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ ومطبعۃ النہضۃ الحدیثۃ مکۃ المکرمۃ۔

۱۲۔ البحر المحیط، تالیف، ابوحیان الاندلسی، ناشر: دار الفکر۔ الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۳ھ

۱۳۔ بدائع الفوائد، تالیف: ابن القیم، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت۔

۱۴۔ بضع رسائل فی التوحید والایمان، تالیف: الشیخ الامام/ محمد بن عبد الوہاب، ناشر: دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور پاکستان۔

۱۵۔ تاج العروس، تالیف: محمد مرتضی الزبیدی، ناشر: دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت۔

۱۶۔ التالیف فی خلق الانسان، تالیف: وجیہہ السطل، ناشر: دار الحکمہ، دمشق۔

۱۷۔ الترغیب والترہیب، تالیف، : عبد العظیم بن عبد القوی المنذری، ضبط وتعلیق: مصطفی عمارۃ ناشر: مصطفی الحلبی مصر، تیسرا ایڈیشن، ۱۳۸۸ھ

۱۸۔ تصفیۃ القلوب من درن الاوزار والذنوب، تالیف: یحیی بن حمزہ الیمانی الذماری، ناشر: المکتبۃ السلفیۃ ومطبعتہا، مصر۔

۱۹۔ تفسیر الفاتحۃ، تالیف: شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب، تحقیق: فہد بن عبد الرحمن الرومی ناشر: مکتبۃ الحرمین، الریاض۔ تیسرا ایڈیشن، ۱۴۰۹ھ

۲۰۔ تفسیر سوۃ الفلق، تالیف: شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب، تحقیق وتعلیق: فہد بن عبد

الرحمن الروینا شر:مکتبۃ التوبۃ،الریاض، پہلا ایڈیشن۔۱۴۱۰ھ

۲۱۔التفسیر الکبیر، تالیف : الفخر الرازی ، تیسرا ایڈیشن ، ناشر : داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

۲۲۔تفسیر ابن کثیر، ناشر:مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ،مصر، پہلا ایڈیشن۔۱۳۸۸ھ

۲۳۔تفسیر المعوذتین، تالیف : ابن القیم، تحقیق وتعلیق: مصطفی بن العدوی، ناشر: مکتبۃ الصدیق الطائف، پہلا ایڈیشن۔۱۴۰۸ھ

۲۴۔تہذیب التہذیب تالیف: احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ناشر: دارالفکر۔

۲۵۔جامع البیان عن تاویل آی القرآن ، تالیف : ابن جریر الطبری ، تحقیق وتعلیق و تخریج: محمود واحمد محمد شاکر، ناشر: دارالمعارف بمصر۔

۲۶۔جامع البیان فی تفسیر القرآن ، تالیف : السید معین الدین محمد بن عبد الرحمن الحسنی الایجی، دوسرا ایڈیشن۔۱۳۹۷ھ

۲۷۔الجامع الصحیح ، تالیف : ابو محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی، تحقیق وشرح احمد شاکر، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

۲۸۔جامع العلوم والحکم، تالیف: ابوالفرج عبدالرحمن ابن رجب، ناشر: مؤسسۃ السعید الریاض۔

۲۹۔الجامع لاحکام القرآن تالیف: ابوعبداللہ محمد القرطبی، ناشر: داراحیاء التراث العربی ، بیروت۔۱۹۶۷ء

۳۰۔رسالۃ فی حقیقۃ الصیام، تالیف: ابن تیمیۃ تحقیق وتخریج: محمد ناصر الدین الالبانی، ناشر: المکتب الاسلامی دمشق۔

۳۱۔سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، تالیف : محمد ناصر الدین الالبانی ، ناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، پہلا ایڈیشن۔۱۳۹۹ھ

۳۲۔سنن ابی داوٗد، تحقیق محمد محیی الدین الحمید، ناشر: داراحیاء السنۃ النبویۃ۔

۳۳۔سنن المصطفیٰ، ابن ماجہ، دوسرا ایڈیشن دارالفکر، بیروت۔

۳۴۔سنن النسائی، مع شرح الحافظ جلال الدین السیوطی ، وحاشیۃ الامام السندی، ناشر: دارالفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ

۳۵۔شرح دیوان المتنبی ، تالیف: عبدالرحمن البرقوقی، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت۔

۳۶۔شرح العقیدۃ الطحاویۃ، تالیف: علی بن علی بن محمد ابی العز، تحقیق: د/عبداللہ الترکی، شعیب الارناؤوط، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ پہلا ایڈیشن۔۱۴۰۸ھ

۳۷۔اوضح المسالک الی الفیہ ابن مالک، تالیف: ابو محمد عبداللہ جمال الدین بن ہشام، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، ناشر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری۔مصر

۳۸۔الشعر والشعراء، تالیف : ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ، تحقیق : د/ مفید قمحیہ ، ونعیم زرزور، ناشر: دارالکتب العلمیۃ ، بیروت، دوسرا ایڈیشن۔۱۴۰۵ھ

۳۹۔الصحاح، تالیف: اسماعیل بن حماد الجوہری تحقیق: احمد عبدالغفور عطار، دوسرا ایڈیشن۔۱۴۰۲ھ

۴۰۔صحیح البخاری، ناشر المکتبۃ الاسلامیۃ۔استنبول۔ترکیا۔۱۹۷۹ء

۴۱۔صحیح مسلم، تحقیق وتصحیح وترقیم: محمد فواد عبدالباقی ، ناشر: رئاسۃ ادارات البحوث العلمیۃ۔الریاض۔۱۴۰۰ھ

۴۲۔صفۃ الصفوۃ ، تالیف : جمال الدین ابی الفرج ابن جوزی، ناشر: دارالمعرفۃ۔ بیروت، تیسرا ایڈیشن ۱۴۰۵ھ

۴۳۔الصمت ، تالیف : ابن ابی الدنیا، تحقیق د/محمد احمد عاشور، ناشر: دارالاعتماد القاہرۃ، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۶ھ

۴۴۔ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، تالیف : محمد ناصر الدین الالبانی ، ناشر: المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت ۱۳۹۸ھ

۴۵۔طبقات الشافعیۃ الکبری، تالیف : تاج الدین ابوالناصر عبدالوہاب السبکی، تحقیق: عبدالفتاح الحلو، محمود الطناحی ، پہلا ایڈیشن ، ناشر: عیسی البابی الحلبی ، مصر، ۱۳۸۳ھ۔ ۱۹۶۴م۔

۴۶۔غرائب التفسیر وعجائب التاویل، تالیف: محمود بن حمزۃ الکرمانی، تحقیق: د/شمران

العجلی، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۸ھ دارالقبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ ، جدہ مؤسسۃ علوم القرآن دمشق۔

۴۷۔الفائق فی غریب الحدیث، تالیف: محمود بن عمر الزمخشری، تحقیق: علی الجاوی، محمد ابو الفضل ابراہیم، ناشر: دارالمعرفۃ۔ بیروت، دوسرا ایڈیشن۔

۴۸۔فتح الباری بشرح صحیح البخاری، تالیف: ابن حجر العسقلانی تصحیح وتعلیق: سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز، ناشر: دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔

۴۹۔فقہ اللغۃ وسر العربیۃ تالیف: امام ابی منصور اسماعیل الثعالبی، ناشر: دار الباز۔ مکۃ المکرمۃ۔

۵۰۔القاموس المحیط، تالیف: الفیروزآبادی، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، پہلا ایڈیشن ۱۴۰۶ھ

۵۱۔الکشاف، تالیف: محمود بن عمر الزمخشری، ناشر: دارلاباز، مکۃ المکرمۃ۔

۵۲۔کشف الاستار عن زوائد البزار علی الکتب الستۃ، تالیف: نورالدین علی ابن ابی بکر الہیثمی تحقیق: الشیخ حبیب الرحمن الاعظمی، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، پہلا ایڈیشن۔۱۳۹۹ھ

۵۳۔لسان العرب، تالیف: ابن منظور، دارصادر بیروت۔

۵۴۔مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، جمع وترتیب: عبد الرحمن بن قاسم، وابنہ محمد، ناشر: مطابع الریاض، پہلا ایڈیشن ۱۳۸۱ھ

۵۵۔مجمع الامثال، تالیف: ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی، تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید، ناشر: مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ۔ القاہرہ ۱۳۷۴ھ۔۱۹۵۵م

۵۶۔مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، تالیف: نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی ، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت، تیسرا ایڈیشن۔۱۴۰۲

۵۷۔مدارج السالکین، تالیف: ابن القیم، ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶م

۵۸۔المستدرک علی الصحیحین، تالیف: محمد بن عبداللہ الحاکم، ناشر: مکتبۃ النصر۔الریاض۔

۵۹۔مسند الامام احمد، ناشر: المکتب الاسلامی دارصادر بیروت،

۶۰۔معانی القرآن، تالیف: ابوزکریا یحی بن زیاد الفراء، ناشر: عالم الکتب، دوسرا ایڈیشن

۱۹۸۰ء

۶۱۔المعجم الکبری، ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، تحقیق: حمدی عبد المجید السلفی، ناشر: وزارۃ الاوقاف، بغداد، پہلا ایڈیشن ۱۳۹۹ھ

۶۲۔المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاخبار ء تالیف: زین الدین ابوعبد الرحیم بن الحسن العراقی، ضمن احیاء علوم الدین۔ للغزالی، ناشر: مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر ۱۳۵۸ھ

۶۳۔مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب، تالیف: ابومحمد عبداللہ بن ہشام الانصاری، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، دارالباز، مکۃ المکرمۃ۔

۶۴۔مناہج الجدل فی القرآن الکریم تالیف: د/ زاہر عواض الالمعی، ناشر: الریاض۔

۶۵۔منہاج العابدین، تالیف: ابوحامد الغزالی، ناشر: مکتبۃ الجندی مصر ۱۳۹۲ھ

۶۶۔مؤلفات الشیخ الامام/ محمد بن عبد الوہاب، تصنیف واعداد: عبد العزیز الرومی، د/محمد بلتاجی، د/سید حجاب، ناشر: جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ۔

۶۷۔نزہۃ الالباء فی طبقات الادباء، تالیف: ابوالبرکات الانباری، تحقیق: د/ ابراہیم السامرائی، ناشر: مکتبۃ المنار۔الاردن، تیسرا ایڈیشن۔۱۴۰۵ھ

۶۸۔النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، تالیف: مجد الدین ابی السعادات المبارک ابن محمد الجزری، ابن الاثیر، تحقیق: محمود الطناحی، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ

۶۹۔الوابل الصیب من الکلم الطیب، تالیف: ابن القیم، تحقیق وتخریج: عبد القادر لاناؤوط۔ ناشر: مکتبۃ دارالبیان، دمشق، دوسرا ایڈیشن۔۱۳۹۹ھ

۷۰۔وفیات الاعیان، تالیف: ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان، تحقیق: د/احسان عباس، ناشر: دارصادر بیروت۔۱۳۹۷ھ

۷۱۔وقایۃ الانسان من الجن والشیطان، تالیف: وحید عبدالسلام بالی، ناشر: دارالبشیر القاہرۃ دارالحمدان، الریاض، دوسرا ایڈیشن۔